وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ

ماہنامہ لاہور

میثاق

ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ بمطابق فروری ۱۹۸۲ء

:- مدیر مسئول :-

ڈاکٹر اسرار احمد

— یکے از مطبوعات —

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مقام اشاعت : ۳۶ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۱۴، فون: ۸۵۲۶۸۳، ۸۵۴۶۱۱
سالانہ زر تعاون: -/۳۰ روپے —— فی شمارہ قیمت -/۳

اظہار لمیٹڈ

کی

تیار چھتیں

(پریکاسٹ کنکریٹ۔ پری سٹریسڈ کنکریٹ کی مصنوعات)

گارڈر بالے اور سلیب وغیرہ

مندرجہ ذیل مقامات سے دستیاب ہیں

صدر دفتر ۶۔ کوثر روڈ، اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور۔ فون:۔ ۶۹۵۲۲ / ۶۱۵۱۴

فیکٹری واقع پچیسواں کلومیٹر لاہور شیخوپورہ روڈ

لاہور ڈپو ۱۴۷۔اے ۱ فیروز پور روڈ (نزد جامعہ اشرفیہ) فون ۴۱۳۵۶۹

فیصل آباد شیخوپورہ روڈ۔ نزد نیشنل ہوزری۔ فون معرفت:۔ ۵۰۷۴۴

گجرات جی ٹی روڈ۔ کھٹالہ (نزد ریلوے پھاٹک)

راولپنڈی جی ٹی روڈ۔ سواں کیمپ فون:۔ ۶۸۱۲۷

تیار کردہ:۔ کنکریٹ پری کاسٹنگ لمیٹڈ

(سی۔ پی۔ ایل)

آپکو تیار چھت درکار ہے تو اطمینان کر لیجئے کہ وہ سی۔ پی۔ ایل کی بنی ہوئی ہو

وَقَدْ اَخَذَ مِيثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ

ماہنامہ **میثاق** لاہور

جلد ۳۱ | ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ (فروری ۱۹۸۲ء) | عدد ۲

مشمولات

۱ - عرضِ احوال	اسرار احمد	۲
۲ - استحکامِ پاکستان	〃	۱۱
۳ - عدل واعتدال	〃	۱۸
۴ - سلسلہ تقاریر 'الکتاب'	〃	۲۵
۵ - 'سیپارہ'	احمد الدین مارہروی	۳۵
۶ - سلسلۂ تقاریر 'رسولِ کاملؐ'	اسرار احمد	
نمبر ۵ مکّی دور - دعوت، تربیت اور تنظیم		۴۵
نمبر ۶ مکّی دَور - ابتلاء کی انتہا اور ہجرتِ مدینہ		۵۲
۷ - اکلِ حلال	صلاح الدین ایوبی	۵۹
۸ - پشاور کی رپورٹ	قاضی عبدالقادر	۶۵
۹ - رسیدِ کتب	ادارہ	۷۱

★

ناشر: ڈاکٹر اسرار احمد   طابع: چوہدری رشید احمد
مطبع: مکتبہ جدید پریس، شارع فاطمہ جناح، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسرار احمد

عرض احوال

وفاقی کونسل ’عرف، مجلسِ شوریٰ میں شمولیت کے ضمن میں راقم کے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کی دعوت پر لبیک کہنے پر جہاں بہت سے کرم فرماؤں اور رفقاء و احباب کی جانب سے تائید و تحسین بھی ہوئی اور تبریک و تہنیت کے ہدیے بھی موصول ہوئے وہاں کثیر تعداد میں لوگوں نے تعجب کا اظہار بھی کیا اور تنقید بھی کی ـــــ خصوصاً اس لئے کہ کچھ ہی عرصہ قبل اپنے خطابات جمعہ میں ’اسلام کے سیاسی نظام‘ کی اصولی وضاحت کے ضمن میں بھی راقم ’عوامی خلافت‘ اور ’عمومی شورائیت‘ کی اہمیت پر شدّ ومدّ کے ساتھ گفتگو کر چکا تھا اور خاص طور پر پاکستان کے موجودہ حالات میں مارشل لاء کی حکومت کے زیادہ دیر تک جاری رہنے میں جو خطرات مضمر ہیں ان پر بھی تفصیلاً اظہار خیال کر چکا تھا ـــــ اس ضمن میں اختلاف عام سامعین یا قارئین ہی کی جانب سے نہیں بلکہ بعض نہایت قریبی رفقاء کی جانب سے بھی نہایت شدّت کے ساتھ سامنے آیا ـــــ چنانچہ جمعہ ۱۵ر جنوری کو مسجد دارالسلام، باغ جناح، لاہور میں راقم نے تقریباً سوا گھنٹہ اس موضوع پر خطاب کیا ـــــ خواہش تو یہ تھی کہ اس موضوع پر تفصیلی گفتگو ’میثاق‘ کے بھی اسی شمارے میں ہو جاتی تاکہ قارئین کے سامنے ہمارا موقف پوری وضاحت کے ساتھ آجاتا ـ لیکن ماہ ربیع الاوّل کی مناسبت سے دوروں اور تقریروں کا جو طوفانی سلسلہ اواخر دسمبر ۸۱ء سے شروع ہو کر پورے ماہ جنوری کے دوران جاری رہا اور تاحال جاری ہے (جس کا اجمالی ذکر آگے آئے گا) اس کے باعث یہ ارادہ شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکا ـــــ بہرحال مذکورہ بالا خطاب کو عزیزم ڈاکٹر عارف رشید سلمہٗ نے ٹیپ سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر لیا ہے ـ جسے (اگر ضرورت محسوس ہوئی تو مزید وضاحتوں کے ساتھ) آئندہ اشاعت میں شائع کر دیا جائے گا ـ بلکہ ’اسلام کے سیاسی نظام‘ کے موضوع پر اپنی چھ تقریروں کا جو خلاصہ راقم نے

جمعہ ۱۳ر نومبر ۱۹۸۱ئ کی تقریر میں بیان کیا تھا اس کا مسودہ بھی برادرم مکرم جمیل الرحمٰن صاحب کی جانب سے موصول ہو گیا ہے - بہت خوب ہو گا کہ یہ دونوں تقریریں قارئینِ 'میثاق' کے سامنے بیک وقت آئیں، السعیٔ منا والاتمام من اللہ! لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ -

اپنی متذکرہ بالا تقریر کے آخر میں راقم نے پورے ادب و احترام کے ساتھ مولانا مودودی مرحوم و مغفور سے اپنے اختلاف کا ذکر بھی کیا تھا جسے لاہور کے ایک اردو روزنامے نے سیاق و سباق سے بالکل جُدا کر کے جلی سرخی کے ساتھ شائع کر دیا - اور سنسنی خیز صحافت کے اس 'نہلے' پر بھرپور 'دہلا' کالعدم' جماعتِ اسلامی کے ایک 'نقاب پوش' ترجمان نے دے مارا - اس ضمن میں بھی بعض احباب کا اصرار تھا کہ ایک مفصل اخباری بیان کے ذریعے وضاحت کی جائے —— لیکن ہماری رائے یہی قرار پائی کہ یہ مفید کم اور مضر زیادہ ہو گا اور کیا عجب کہ "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کا مصداق بن جائے - لہٰذا سکوت ہی اختیار کیا گیا - اس ضمن میں بھی ان شاء اللہ اس مکمل تقریر کی اشاعت سے از خود کامل وضاحت ہو جائے گی اور مغالطہ دُور ہو جائے گا - إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ -

اسی تقریر میں راقم سے اس حقیقت کے اظہار کا 'جرم' بھی سرزد ہو گیا تھا کہ 'مجلسِ شوریٰ' میں ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی بھی آ گئی ہے جو مختلف ادوار میں صرف لیبل بدل کر برسرِ اقتدار گروہ کا ساتھ دیتے رہے ہیں جس پر مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ایک معزز رکن نے میرے خلاف 'تحریکِ استحقاق' پیش کر دی - اس پر اگر بحث ہوتی تو یقیناً بہت سے گندے کپڑے برسرِ عام دھلتے لیکن الحمد للہ کہ مجلسِ شوریٰ کے چیئرمین خواجہ محمد صفدر صاحب کی اس 'رولنگ' نے کہ ایوان سے باہر کی کہی ہوئی باتوں سے ایوان کے ارکان کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا صورتِ حال کو بگڑنے سے بچا لیا -

---

دَورَوں اور تقریروں کے جس طوفان کا ذکر سطورِ بالا میں آیا ہے اُس کا آغاز

اواخرِ دسمبر ۸۱ء میں پشاور کے دورے سے ہوا جس کی مختصر روداد برادرم مکرم قاضی عبدالقادر صاحب کے قلم سے اس اشاعت میں شامل ہے ـــــ وہاں سے ۲۸ر دسمبر کی رات کو واپسی ہوئی ، ۲۹ر کو راقم نے سیرت النبیؐ کے موضوع پر 'العادل ، کے عنوان سے ریڈیو پاکستان لاہور کے ایک سیمینار میں تقریر کی - ۳۰ر کو ایک درسِ قرآن پاکستان ایڈمنسٹریٹو سٹاف کالج میں ساڑھے گیارہ سے ایک بجے تک ہوا - پھر شام کو "حقیقت و مدارج جہاد فی سبیل اللّٰہ" کے موضوع پر ایک تقریر مسجد شہداء میں عصر تا مغرب اور پھر مغرب تا عشاء ہوئی - ۳۱ر کو پھر ایک درس اسٹاف کالج میں ہوا اور سیرت النبیؐ پر ایک تقریر جامع مسجد جی - او - آر ۱۱ میں مغرب اور عشاء کے مابین ہوئی - یکم جنوری ۸۲ء کو جمعہ تھا - چنانچہ حسبِ معمول خطبہ و خطابِ جمعہ مسجد دارالسلام میں ہوا ، اور درس قرآن بعد نماز مغرب 'جامع القرآن' قرآن اکیڈمی میں - جہاں ایک عقد نکاح کے ضمن میں بھی کسی قدر مفصل خطاب ہوا ، ۲ر جنوری کو بذریعہ ہوائی جہاز کراچی جانا ہوا - جہاں عصر تا مغرب تنظیم اسلامی کے دفتر واقع ۱۱ داؤد منزل ، شارع لیاقت میں رفقائے تنظیمِ اسلامی کراچی کے ایک اجتماع میں شرکت ہوئی اور بعد نماز عشاء کے ڈی اے سکیم ۱ میں واقع جناب محمد فاروق صاحب کے مکان پر اعلیٰ سطح کے کاروباری حضرات اور سرکاری افسروں کے ایک بڑے اجتماع میں 'حقیقتِ ایمان' کے موضوع پر تقریر ہوئی - ۳ر جنوری کو ایک تقریر بوقت دوپہر نیپا (NIPA) کراچی میں ہوئی پھر ایک تقریر مغرب تا عشاء سیرت النبیؐ پر خالقدینا ہال ، بندر روڈ میں ہوئی ـــ وہاں سے بھاگم بھاگ ناظم آباد ۲ پہنچنا ہوا جہاں عشاء کا وقت خاص طور پر مؤخر کر دیا گیا تھا - چنانچہ بعد نمازِ عشاء وہاں درس قرآن کی محفل ہوئی - ۴ر جنوری کو حسبِ روزِ گذشتہ ایک تقریر مغرب اور عشاء کے مابین پاکستان سُنّی کونسل کے زیرِ اہتمام خالقدینا ہال میں ہوئی اور دوسری یوم فاروق اعظمؓ آرگنائزنگ کمیٹی کے زیرِ اہتمام رات کے گیارہ سے بارہ بجے تک میدان جامع مسجد فاروق اعظمؓ نارتھ ناظم آباد میں منعقدہ ایک جلسۂ سیرت النبیؐ میں ـــ ۵ر جنوری کا دن غالباً سخت ترین تھا - چنانچہ ایک تقریر

ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں واقع جناب کیپٹن عبدالکریم صاحب کے مکان پر قبل از ظہر ہوئی۔ (اس میں بھی کراچی کی "ٹاپ جنٹری" کے کثیر التعداد حضرات شریک تھے) پھر دو تقریریں، ایک بعد نماز مغرب اور دوسری بعد نماز عشاء خالقدینا ہال میں ہوئی ——— اور پھر ایک تقریر رات کے بارہ سے ایک بجے تک ایبی سینیا لائن میں منعقدہ جلسہ سیرت النبیؐ میں ہوئی - ۶ رجنوری کو راقم کے ایم بی بی ایس کے کلاس فیلو اور فی الوقت ایسوسی ایٹ پروفیسر نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیو ویسکلر ڈیزیز، کراچی کی تالیفِ لطیف "قلب" کی تقریب رونمائی تھی - اس میں شرکت بھی ہوئی اور مختصر خطاب بھی ہوا - سہ پہر کو ذیل پاک سیمنٹ فیکٹری کے ہیڈ آفس کے ملازمین کے زیر اہتمام جلسہ سیرت النبیؐ میں تقریر ہوئی اور رات کو لاہور واپسی ہو گئی -

جمعرات ۷ رجنوری کو ذرا دم لے کر جمعہ ۸ سے پھر چکی کے دونوں پاٹ اُسی تیز رفتاری سے چلنے شروع ہو گئے - مسجد دارالسلام میں خطاب جمعہ 'احکام ستر و حجاب' پر ہوا - وہیں نماز کے بعد برادر مکرم الطاف حسین صاحب کی بھتیجی کا عقدِ نکاح ہوا - جس میں حسبِ معمول 'خطبہ' دیا - رات کو جامع القرآن، قرآن اکیڈمی میں 'ختم نبوت' کے عنوان سے تقریر ہوئی جو غالباً سوا دو گھنٹے جاری رہی - ۹ رجنوری کو علی الصبح مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی مجلس منتظمہ کا اجلاس تھا - اُس کے فوراً بعد ملتان روڈ پر واقع اعوان کالونی میں ایک جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب میں شرکت تھی اور وہاں بھی لامحالہ مختصر خطاب کرنا پڑا - ۳ بجے سہ پہر پاکستان ائر فورس کے چھوٹے طیارے "مشاق" کے ذریعے (جس میں پائلٹ کے علاوہ صرف ایک سیٹ زیر تربیت ہوا باز کے لئے ہوتی ہے!) شورکوٹ کے قریب واقع رفیقی ایئربیس جانا ہوا - جہاں مغرب کے بعد مفصل خطاب ہوا - ۱۰ رجنوری کو اسی طیارے میں شورکوٹ سے اسلام آباد جانا ہوا - جہاں تیسرے پہر حکومت پاکستان کی وزارت امور مذہبی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی نیشنل سیرت کانفرنس میں اپنا مقالہ بعنوان "اخلاقیات کے میدان میں نبی اکرمؐ کی اتمامی و تکمیلی شان کا اصل مظہر: عدل و اعتدال" پڑھا (یہ مقالہ بھی میثاق کے زیر نظر شمارے میں شامل کیا

گیا ہے)۔ پھر بعد نماز مغرب ایک مفصّل تقریر بسیرت النبیؐ کے موضوع پر جامع مسجد عثمانیہ، صدر، راولپنڈی میں ہوئی۔

۱۱ر جنوری سے وفاقی کونسل عرف مجلس شوریٰ کا اجلاس شروع ہوگیا۔ یہ اجلاس ابتداءً ۱۱ تا ۱۶ر جنوری کے لئے بلایا گیا تھا۔ جمعہ ۱۵ر جنوری کو صرف شام کا اجلاس رکھا گیا تھا۔ راقم نے اس سے رخصت کی درخواست دائر کردی تاکہ جمعہ کے لئے لاہور آنا ہو سکے۔ الحمدللہ کہ بعد میں جمعہ کو اجلاس کے مکمل ناغے کا اعلان کردیا گیا۔ اس طرح کونسل کا اجلاس ۱۱ر تا ۱۴ر جاری رہا۔ ان ایام کے دوران بھی اپنے 'اصل کام' کی چکّی پورے زور شور سے چلتی رہی۔ چنانچہ گیارہ اور بارہ جنوری کو بعد نماز مغرب کمیونٹی سنٹر اسلام آباد میں درس قرآن کی نشستیں حسب پروگرام ہوئیں جن میں سُورۂ حجرات کا از ابتداء تا آیت ۱۴ درس ہوا۔ اور ۱۳ر جنوری کو بعد نمازِ عشاء توکلی مسجد، نزد چوک فوّارہ، راولپنڈی میں "نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلّق کی بنیادیں"، کے موضوع پر مفصّل خطاب ہوا۔ جس میں اہالیان راولپنڈی نے اُسی جوش وخروش سے شرکت کی جس کا ذکر گذشتہ شمارے میں ہوچکا ہے۔ ۱۴ر کو مجلسِ شوریٰ کے دن کے اجلاس میں شرکت کرکے رات کو بذریعہ کار لاہور آنا ہوا۔ جمعہ ۱۵ر جنوری کو مسجد دارالسلام میں مجلس شوریٰ میں شرکت کے موضوع پر خطاب ہوا جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے اور بعد نماز مغرب قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن میں "رفع ونزول مسیحؑ" کے عنوان سے تقریر ہوئی۔ اور راتوں رات پھر اسلام آباد واپسی ہوگئی۔ ۱۶ر جنوری کو دن میں شوریٰ میں شرکت رہی اور بعد نماز مغرب اسلام آباد کے زیرو پوائنٹ کے قریب نو تعمیر شدہ ADBP کی بارہ منزلہ عمارت کے آڈیٹوریم میں حکومتِ پاکستان کے پلاننگ کمیشن کے شعبۂ شماریات کے زیر اہتمام منعقدہ ایک جلسۂ سیرت النبیؐ سے خطاب ہوا۔ شوریٰ کا اجلاس ۱۶ر کو ختم ہوجانا تھا: چنانچہ ۱۷ر، اور ۱۸ر دو دن لاہور ٹیلی ویژن سنٹر پر 'الھُدیٰ' کی مزید ریکارڈنگ کے لئے طے کر لئے تھے۔ لیکن وہاں شوریٰ کا اجلاس ایک دن کے لئے مزید بڑھا دیا گیا۔ میں اُس سے رخصت لے کر بھی چلا آتا لیکن سوءِ اتفاق سے ۱۷ر کی صبح میرے خلاف پیش شدہ تحریک استحقاق، پر بحث طے پا گئی۔ چار و ناچار رکنا پڑا۔ البتہ

۱۷ر کی صبح حکومتِ پاکستان کی فارن سروسز اکیڈمی میں زیرِ تربیت حضرات کے اجتماع سے "اسلام اور پاکستان" کے موضوع پر مفصّل خطاب ہو گیا جسے راولپنڈی سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامے "مسلم" نے نہایت تفصیل سے شائع کیا۔ "تحریک استحقاق" کے بارے میں عرض کیا ہی جا چکا ہے کہ "بخیر گذشت!" بہرحال ۱۷ر کی شام کو لاہور واپسی ہو گئی۔ اور الحمد للہ کہ ۱۸ر کو "الہُدیٰ" کے تین پروگرام ریکارڈ ہو گئے۔۔

ع "ملکِ خدا تنگ نیست" اور "پائے مرا لنگ نیست!"

کے مصداق ۱۹ر کو پھر سفر شروع ہو گیا۔ اولاً لاہور سے ملتان بذریعہ پی آئی اے پھر وہاں سے بہاولپور بذریعہ کار جانا ہوا۔ جہاں "تنظیم سیاسی پاکستان" کے زیرِ اہتمام اور سابقہ امیر بہاولپور اور حالیہ وزیرِ امورِ مذہبی، حکومت پاکستان کے زیرِ صدارت جلسہ سیرت النبیؐ سے خطاب ہوا۔ جو عصر تا مغرب بھی ہوا اور پھر مغرب تا عشاء بھی۔ وہاں سے نصف شب کے وقت تیز گام سے سوار ہو کر ۲۰ر کی صبح حیدرآباد پہنچنا ہوا۔ جہاں محترم و مکرم جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب حال مقیم پیرس کی ایک ہی دن میں دو تقریریں سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ایک قبل از دوپہر سندھ یونیورسٹی جام شورو سے ملحق "انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی" کے آڈیٹوریم میں اور دوسری بعد مغرب مولانا وصی مظہر ندوی میئر آف حیدرآباد کے زیرِ صدارت کارپوریشن ہال میں۔ بعد نمازِ عشاء جناب صلاح الدین صاحب کے زیرِ اہتمام ایک شاندار جلسہ سیرت النبیؐ حیدرآباد شہر کے قلب تلک چاڑی میں ہوا۔ جس میں بعض دوسرے مقررین کے ہمراہ راقم نے بھی مفصّل تقریر کی۔ اگلے روز یعنی ۲۱ر جنوری کو تو واقعہ یہ ہے کہ حد ہو گئی۔ اور محترم و مکرم مولانا سید وصی مظہر ندوی صاحب نے نہ صرف یہ کہ اپنے بزرگانہ اختیارات کا بھرپور استعمال فرمایا بلکہ غالباً اگلے پچھلے سارے حساب چکوا لئے۔ ان سے طے تو صرف اس قدر تھا کہ ایک جلسہ سیرت سے رات کو خطاب ہو گا۔۔ اور سہ پہر میں ان کے مدرسے (جامعہ اسلامیہ) کے طلبہ کا ایک جلسہ ہو گا جس میں تقاریر بھی طلبہ ہی کریں گے میری صرف شرکت ہو گی۔ لیکن ہوا یہ کہ بعد عصر تو ایک جلسہ حیدرآباد یونیورسٹی کے اولڈ کیمپس کے ہال

میں ان ہی کی اجازت سے 'داسس' نامی ایک سندھی ادبی و ثقافتی انجمن کے تحت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کی صدارت میں ہوا۔ جس میں حاضرین کا ذوق و شوق دیکھ کر راقم نے خود ہی کھلے دل سے تقریر کی ۔ مغرب کے بعد مولانا نے اپنے مدرسے میں جلسے کا اہتمام کیا تھا ۔ وہاں بھی شرکاء کی کثرتِ تعداد اور پڑھے لکھے لوگوں کا ایک بڑا اجتماع دیکھ کر تقریر پر خود ہی انشراحِ صدر ہوتا چلا گیا ۔ اُس سے فراغت ہوئی تو معلوم ہوا کہ گلا بالکل بیٹھ چکا ہے اور آواز بمشکل نکل رہی ہے ۔ اور ابھی اُس روز کا اصل جلسہ باقی ہے ! بہر حال جیسے تیسے اصلاً اللہ کی تائید و توفیق کی اُمید کے سہارے اور کسی قدر ادویات سے مدد حاصل کر کے کمر ہمت کس کر لطیف آباد کے لئے روانگی ہوئی وہاں پہنچ کر جو دیکھا تو فی الواقع 'جشن' کا سماں تھا ۔ وسیع و عریض پنڈال جس کے آخر تک نگاہ بمشکل پہنچ رہی تھی ۔ روشنیوں کا سیلاب 'پرچم کشائی کی تقریب'، زرق برق ماحول اور "فرزندانِ توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر" اور اس پورے جشن کا واحد مقرر صرف یہ خاکسار !! ایسے میں تو اگر جان ہونٹوں پر ہوتی تب بھی 'احقاقِ حق' اور 'ابطالِ باطل' کے لئے اللہ سے ذرا سی مہلت مانگ کر بھی تقریر کی کوشش ضرور کرتا ۔ چنانچہ موضوع وہ لیا جو بظاہر اس قسم کی تقریب کے لئے بالکل 'نامناسب' بلکہ 'متضاد' تھا ۔ یعنی وہی "نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں" ـــــ اور بحمد اللہ دو گھنٹے سے زاید تقریر ہوئی اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا حق ادا ہو گیا اور پورے مجمع سے کسی اختلافی صدا کا اٹھنا تو در کنار کسی جانب سے کسی بے چینی تک کا ظہور نہ ہوا ۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم !

جمعہ ۲۲ جنوری کو علی الصبح بذریعہ کار حیدر آباد سے کراچی آنا ہوا ۔ جہاں پی ٹی آئی کے جناب عبدالصمد صاحب کی دعوت پر جامع مسجد عظمیٰ میں جمعہ کی نماز پڑھائی اور قبل از نماز سیرت النبیؐ کے موضوع پر خطاب ہوا ۔ وہاں بھی حاضری ہر حساب سے بالا تھی اس لئے کہ وہ مسجد آبادی کے بیچ میں واقع ہے اور اس تک جانے کے لئے نہایت ایچ پیچ راستوں سے گذرنا پڑتا ہے ! رات کو بعد نمازِ مغرب جامع مسجد قدوسی، ناظم آباد بلاک ۲ میں درسِ قرآن کی نشست ہوئی ۔ جہاں

سورۂ حجرات کی آیات ۱۴ و ۱۵ کا درس ہوا۔ اس میں بھی لوگوں نے نہایت کثیر تعداد میں شرکت کی۔ ہفتہ ۲۳ جنوری کو قبل از دوپہر سندھ میڈیکل کالج میں خطاب ہوا۔ اور سہ پہر کو چیمبر آف کامرس کراچی میں۔ جس کے بارے میں متعدد لوگوں نے بتایا کہ چیمبر کے زیر اہتمام کسی جلسے میں آج تک اتنی حاضری نہیں ہوئی ۔۔۔ اسی رات کو پی آئی اے سے لاہور آنا ہوا لیکن صرف ایک رات کے لئے ۔ ۲۴ کی شام کو پھر ملتان کے لئے شدّ رحال ہو گیا۔ جہاں مدرسہ تعلیم الابرار کے مولانا ابوالحسن قاسمی صاحب کے زیر اہتمام ملتان کارپوریشن کے جناح ہال میں جلسہ سیرت النبیؐ سے خطاب ہوا۔ جہاں ہال میں تو صدر جلسہ جناب میجر جنرل راجہ سروپ خاں صاحب (ڈی ایم ایل اے) کے بقول واقعتہً "تل دھرنے کو جگہ نہ تھی" اور ہال کی تنگ دامانی کے باعث بہت سے لوگوں کو نامراد واپس جانا پڑا۔ اسی رات کو بذریعہ شاہین ایکسپریس ملتان سے ڈیرکی جانا ہوا۔ جہاں EXXON کے عظیم الشان کھاد کے کارخانے میں ۲۵ جنوری کی شام کو ایک اجتماع خواتین میں شرکت ہوئی اور رات کو جلسۂ سیرت النبیؐ سے خطاب ہوا۔ اگلی صبح ڈیرکی سے بذریعہ کار سکھر جانا ہوا جہاں (i) بعد نماز ظہر ایک ظہرانہ جیمخانہ کلب میں ہوا جس میں خاصی تعداد میں شہر کے کاروباری حضرات اور ضلعی افسران شریک ہوئے۔ (ii) عصر تا مغرب ایک تقریر ریلوے ہائی اسکول میں ہوئی اور (iii) بعد نماز عشاء اللہ والی مسجد، بندر روڈ، میں سیرت النبیؐ پر تقریر ہوئی شرکاء کی تعداد اور ان کے ذوق و شوق کے باعث سوا دو گھنٹے سے بھی تجاوز کر گئی۔ چنانچہ بھاگم بھاگ ہی روہڑی ریلوے سٹیشن پہنچنا ہوا جہاں تیزگام پلیٹ فارم پر گویا 'منتظر' ملی جس سے ۲۷ جنوری دوپہر کے وقت لاہور واپسی ہوئی!

اور آج ۲۸ جنوری ۸۲ء کو جب یہ سطور سپرد قلم ہو رہی ہیں تو ذہن پر ایک خوف کی سی کیفیت طاری ہے ۔۔۔ کہ کل جمعہ ہے، اور پرسوں پھر پشاور اور راولپنڈی و اسلام آباد کے لئے روانگی ہے۔ واپسی پر دو دن تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس مشاورت کا اجلاس جاری رہے گا۔ پھر جمعہ آئے گا اور اس کے بعد پھر آزاد کشمیر کے لئے رخت سفر باندھنا ہو گا ۔۔۔ الغرض ۔۔۔

"چلتے ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں ہے!" ——— اور ادھر خدا گواہ ہے کہ حال یہ ہے کہ طبیعت تقاریر سے اکتا ہی نہیں گئی شدید بیزار ہو چکی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے ایک بار بتایا تھا کہ اوائل عمر میں کسی دینی خدمت کے سلسلے میں انہیں کچھ عرصہ رنگون رہنا پڑا تھا تو وہاں روٹی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً مسلسل ڈبل روٹی کھانی پڑی نتیجۃً اُس کے بعد ان کی طبیعت ڈبل روٹی کی جانب کبھی مائل نہ ہوئی۔ کچھ ایسا ہی حال اس وقت تقریروں کے باب میں راقم الحروف کا ہے ——— لیکن تقاضوں اور مطالبوں کا سیلاب ہے کہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اور التجا اور خوشامد کے علاوہ سفارشوں کا سلسلہ بھی چل نکلا ہے ——— گویا

ع " رَو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے!
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں!! "

ٹی وی پروگرام "الھُدیٰ" کا معاملہ بھی نہایت عجیب رہا۔ جمعرات ۳۱ر دسمبر ۸۱ء کو مغرب تا عشاء جامع مسجد جی او آر ۳ میں تقریر کے بعد جب ایک صاحب کے مکان پر جانا ہوا تو وہاں بتایا گیا کہ "الھُدیٰ" کا پروگرام ابھی ختم ہوا ہے اور اس سے متصلاً قبل "اپنی بات" میں بتایا گیا ہے کہ ماہ جنوری ۸۲ء کے دوران "الھُدیٰ" کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور اس کی جگہ ایک دوسرا پروگرام "صدی بہ صدی" کے عنوان سے شروع ہوگا۔ قرآن اکیڈمی واپسی پر یہی بات برادرِ عزیز ڈاکٹر ابصار احمد سلمہٗ نے بتائی۔ چنانچہ اس کا ذکر میں نے جمعہ کی تقریر میں کر دیا۔ اخبارات نے اس معاملے میں بھی یہ زیادتی کی کہ یہ خبر بجائے ٹی وی پروگرام "اپنی بات" کے میرے حوالے سے شائع کر دی ——— اس پر جو ردّ عمل ہوا ہو گا اس کا توصحیح علم ٹی وی کے اربابِ بست وکشاد یا وزارتِ اطلاعات کے ذمہ دار حضرات ہی کو ہوگا لیکن نتیجہ بہر حال یہ نکلا کہ ٹی وی کے شعبۂ تعلقاتِ عامہ کے "ترجمان" نے اس خبر کی تردید کر دی۔ اگرچہ انہوں نے بھی "اپنی بات" کی بجائے راقم ہی کا ذکر مناسب سمجھا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس معاملے میں بھی "بخیر گذشت" والی صورت بن گئی۔ (بقیہ صفحہ ۶۹ پر)

اِستحکامِ پاکستان

کے موضوع پر وفاقی کونسل یا مجلسِ شوریٰ میں

ڈاکٹر اسرار احمد کی تقریر

پرچہ پریس میں جا ہی رہا تھا کہ وفاقی کونسل کے سیکرٹریٹ کی جانب سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تقریر کا مسودہ موصول ہو گیا جو موصوف نے مجلسِ شوریٰ میں 'پاکستان کے داخلی استحکام' کے موضوع پر بحث کے دوران کی تھی ——— ذیل میں اسے لفظی اصلاحات کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے - (مرتّب)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّے عَلٰے رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

محترم صدر مجلس — یہ امر مسلّم ہے کہ پاکستان ایک 'نظریاتی ریاست' ہے - لہٰذا اس کے استحکام کا دار و مدار اوّلاً اس کے نظریے کے استحکام پر ہے اور ثانوی درجے میں اس میں بسنے والے لوگوں کی سماجی، معاشی اور سیاسی خوشحالی اور اطمینان پر -

اس ایوان میں متعدّد مواقع پر یہ بحث چھڑی ہے کہ پاکستان کس نے بنایا اور اس میں پاکستان میں جو علاقے شامل ہوئے اُن کے عوام کا کتنا حصّہ ہے - واقعہ یہ ہے کہ پاکستان پورے برّصغیر کے مسلمانوں نے مل کر بنایا اور اس حقیقت کو نظر انداز کر دینا بھی تاریخ کا منہ چڑانا ہوگا کہ اس میں زیادہ حصّہ

اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کا تھا - چنانچہ مسلم لیگ کی اصل قیادت بھی اقلیتی صوبوں ہی سے تھی - تاہم جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پاکستان ہم نے نہیں بنایا - اللہ نے بنایا ہے - اور یہ واقعتاً مملکتِ خداداد ہے - آپ یاد کیجئے اس بات کو کہ ہم نے کیبنٹ مشن پلان کو تسلیم کر کے ایک آزاد اور کلیتہً خود مختار ملک کی حیثیت سے پاکستان کے مطالبے سے دستبرداری اختیار کر لی - اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں انسانوں کے دل ہوتے ہیں - یہ اُس کا نتیجہ تھا کہ پنڈت نہرو کی مت ماری گئی - اور انہوں نے اپنا وہ مشہور بیان داغ دیا جس کے بعد ہمیں اپنے اس موقف سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہو گیا - میں اس بات کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ بیداری، تنظیم اور اتحاد کے اعتبار سے ہماری جو بھی اُس وقت کیفیت تھی، واقعہ یہ ہے کہ ہندو کی عظیم اور مرعوب کن قوت، اُس کا سرمایہ، اُس کی تنظیم، اس کی بیداری اور اُس وقت کی انگریزی حکومت یعنی لیبر گورنمنٹ کی اُس کے ساتھ ہمدردی اور دوستی، ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے ہم ہرگز اس قابل نہ تھے کہ پاکستان بنا سکتے - اصل میں خدا ہی کر سکتا تھا اور اُسی نے کیا - اور وہ اس لئے کہ ہم نے کہا تھا "پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ" - اور اللہ کی سُنّت یہ ہے کہ جب کبھی یہ بات کہی جائے گی تو وہ لازماً قبول ہو گی - قرآن مجید نے فرمایا " فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ " (الاعراف ۱۲۹) - ترجمہ: " اب وہ دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو۔" لیکن اس کے بعد جو کچھ، صدر مکرم، ہم نے کیا ہے اس پر جس سزا کے ہم مستحق ہو چکے ہیں اُسکی پہلی قسط ہمیں مل چکی ہے - آج وہ اصل پاکستان دنیا میں کہیں نہیں ہے جو قائداعظم نے بنایا تھا - موجودہ پاکستان کو ہم ایک عرصہ تک " What remains of Pakistan " کے الفاظ سے تعبیر کرتے رہے لیکن اب ہم اس پاکستان کو ذہناً پوری طرح کُل پاکستان کی حیثیت سے قبول کر چکے ہیں - اور میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہمارے قول و فعل کا تضاد جاری رہا تو عذابِ الٰہی کی دوسری قسط بھی زیادہ دُور نہیں ہے - اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی سنّت ہمیشہ یہی رہی ہے - اسی ضمن میں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کوتاہی کسی

ایک فریق یا طبقے کی نہیں ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ ہماری مختلف حکومتوں نے بھی اسلام کو صرف بطور نعرہ کے استعمال کیا اور ہماری سیاسی جماعتوں نے بھی اسکو بطور نعرہ استعمال کیا ۔ چنانچہ اپوزیشن بھی اس جرم میں برابر کی شریک رہی ہے ۔ بلکہ میں یہاں یہ کہنے کی اجازت چاہوں گا کہ دینی اور مذہبی جماعتیں اس جرم میں مساوی طور پر شریک رہی ہیں ۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ہر فرد اس جرم میں برابر کا شریک ہے ۔ اور اب بھی اگر اسکی تلافی کا ارادہ ہو تو کوئی حکومت تنہا محض اپنی کوششوں سے اسکی پوری تلافی نہیں کر سکے گی ۔ جب تک کہ تمام طبقات اس کے لئے ایک عزم مصمم نہ کریں ۔ اور جیسا کہ میرے ایک بھائی نے کہا اس کے لئے ہم میں سے ہر شخص یہ فیصلہ نہ کرے کہ ہم نے خود کو بدلنا ہے ۔

البتہ جہاں تک موجودہ حکومت کے کردار کا تعلق ہے میں یہاں صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس کے بارے میں میرے دل اور دماغ میں ایک کشمکش سی برپا ہے ۔ میں جب اپنے دل کی طرف دیکھتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ صدر ضیاء الحق ہوں یا اُن کے رفقاءِ کار، وہ یہاں اسلام کی ترویج کے بارے میں مخلص ہیں لیکن جب میں طرزِ عمل کو دیکھتا ہوں، جس کی ایک واضح مثال میں آپ کے سامنے لاؤں گا! تو میرا دماغ اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے ۔ وہ بات یہ ہے کہ ہم نے وفاقی شرعی عدالت بنائی لیکن اس کے دائرہ کار کو اتنا محدود کیا کہ کوئی بھی قابلِ ذکر قانون وہاں چیلنج نہیں ہو سکتا ۔ جس کی انتہا یہ ہے کہ عائلی قوانین بھی ہم اس وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ کار میں لانے کے لئے تیار نہیں ہیں ۔ اگر ہم اپنے گھریلو قوانین پر بھی اسلام کو نافذ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو آخر اور کس معاملے میں شریعت کی ترویج کے خواہاں ہیں ؟ ۔ سوال یہ ہے کہ نہ تو یہ ہو سکتا ہے کہ موجودہ حکومت کو کتاب و سنت پر اعتماد نہ ہو اور اس کا یقین نہ ہو کہ وہ ہمیں بہتر رہنمائی دے سکتے ہیں کہ ہمارے گھریلو قوانین کیا ہوں ۔ نہ وفاقی شرعی عدالت سے بے اعتمادی ہو سکتی ہے کہ وہ صحیح فیصلہ نہ کر سکے گی ۔ تو پھر آخر کیا

سبب ہے کہ اس قانون کو تحفظ دیا جا رہا ہے ؟ اگر کوئی دباؤ ہے خواتین کی طرف سے تو پھر سوال یہ ہے کہ اس ملک کے عوام کی طرف سے بھی دباؤ ہے - اس دباؤ کو آپ سامنے کیوں نہیں رکھتے ؟ لہٰذا میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ترویجِ اسلام کے ضمن میں اپنی نیک نیتی کو ثابت کرنے کے لئے پہلا قدم یہ اُٹھایا جائے کہ عائلی قوانین کو اس کورٹ کے دائرۂ کار میں لایا جائے - یہ نہایت بنیادی چیز ہے۔ ہمارے پرسنل لاء میں انگریز نے بھی مداخلت کرنے کی جرأت نہیں کی تھی - واضح رہے کہ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ اس کی کون کونسی دفعات یا شقیں اسلام کے خلاف ہیں - یہ معاملہ عدالت پر چھوڑیئے - وہاں علماء کرام بھی پیش ہو سکتے ہیں اور وہاں دوسرے مفکرین بھی اپنی دلیلیں لا سکتے ہیں - البتہ یہ طے ہے کہ ہمارے لئے اصل دلیل اور فیصلہ کن چیز کتاب و سُنّت ہے -

دوسری بات میں یہ عرض کروں گا کہ کسی ملک کے استحکام کی بنیاد عوام کی سماجی، معاشی اور سیاسی خوشحالی اور اطمینان پر بھی ہوئی ہے - سماجی معاملے میں چادر اور چاردیواری کا معاملہ بار بار ہمارے یہاں زیرِ بحث آیا ہے۔ مَیں یہ عرض کرونگا کہ اس کی حفاظت بعد میں ممکن ہوگی - پہلے اسے نافذ تو کیجئے - چادر اور چاردیواری کو نافذ کہاں کیا گیا - کیا قرآن مجید میں یہ الفاظ نہیں ہیں - "فَاسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ" یعنی اگر خواتین سے کوئی چیز مانگنی پڑ جائے تو پردے کی اوٹ سے مانگی جائے - اگر آپ اس حکم پر عمل نہیں کراتے تو چادر اور چاردیواری کی حفاظت کیسے کرائیں گے - کیا قرآن حکیم میں یہ حکم نہیں ہے کہ "يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ" یعنی خواتین اپنی چادروں کے پلّو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں - اگر وہ چادر آپ شریعت کے مطابق نہیں اوڑھواتے تو اسکی حفاظت کیسے ہوگی - اگر آپ جنسی جرائم پر شریعت کی طے کردہ حدود و تعزیرات نافذ کرنا چاہتے ہیں - اس کے ساتھ اگر آپ نے اسلام کے معاشرتی نظام کو بتمام و کمال نافذ نہ کیا تو یہ اسلام پر بھی ظلم ہوگا اور لوگوں پر بھی ظلم ہوگا -

تیسری بات مَیں یہ عرض کروں گا کہ معاشی نظام کے ضمن میں ہم نے شاید یہ سمجھا

ہے کہ صرف سُود ہی ایک بُرائی ہے - یقیناً وہ ایک بہت بڑی بُرائی ہے - اگر اسکی بیخ کنی کی طرف کسی واقعی اور حقیقی پیش قدمی کا ارادہ ہے تو وہ بہت مبارک ہے کہ اس بُرائی کا استیصال ہو - لیکن ہمارے ہاں کاروبار کی بہت سی دوسری حرام صورتیں بھی رائج ہیں - ہمیں اس ایوان کے علماء کرام، جو شریعت اسلامی کو جانتے ہوں، اور کچھ کاروباری حضرات پر مشتمل کمیشن قائم کرنا چاہیئے جو بیٹھ کر طے کریں کہ بیع کی کون کونسی صورتیں شریعت اسلامی نے جائز قرار دی ہیں - ہمارے ہاں کاروبار میں (Forward Trading اور Speculation) کے جو عناصر شامل ہیں اُن کے باعث بازار عدم استحکام کا شکار ہوتا ہے - ان کے بارے میں پوری تحقیق کی ضرورت ہے کہ اُن میں کس کس پہلو سے حرام کا عنصر شامل ہے - اس موقع پر اجازت چاہتا ہوں کہ علامہ اقبال مرحوم کا یہ شعر پیش کر دوں کہ ؎

جانتا ہوں میں یہ اُمّت حامل قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

واقعہ یہ ہے کہ جب تک کہ آپ اس سرمایہ داری کی جڑ نہیں کاٹیں گے ہم لوگوں کو کمیونزم یا سوشلزم کی جانب متوجہ ہونے سے روک نہیں سکیں گے - اور وہ سیلاب آکر رہے گا - اور یہ اوپر کی لیپا پوتی ہمیں بچا نہ سکے گی - زمانے کے دھارے کے رُخ کو پہچانیئے - اسلام نے جو ہمیں نظام دیا ہے اُس کو جب تک ہم صحیح معنوں میں نافذ نہ کریں گے تو موجودہ سرمایہ داری کا جو ردّ عمل ظاہر ہو رہا ہے اس کے لئے ہمیں بھی تیار رہنا ہوگا -

اسی طرح جناب صدر، یہاں اگرچہ میں جانتا ہوں کہ بہت بڑی تعداد میں زمیندار حضرات تشریف فرما ہیں - لیکن آپ کی اجازت و وساطت سے میں ان کی خدمت میں بھی گزارش کروں گا کہ زمینداری اور زراعت کے بارے میں پورے اخلاص کے ساتھ تحقیق کیجئے کہ اسلام کا حکم کیا ہے - جس عظیم شخصیت کے نامِ نامی سے منسوب فقہ کی طرف ہم اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں - یعنی امام اعظم امام ابو حنیفہ رحؒ ان کی ذاتی رائے یہ ہے کہ ہر نوع کی مزارعت حرام مطلق ہے - اس پر بھی ضرورت ہے کہ ہر نو

تحقیق کی جائے - ہمیں اس کے لئے تیار رہنا چاہیئے کہ جو کچھ اللہ اور اُس کے رسُولؐ کا منشا ہو اُسے کھلے دل سے قبول کریں - ورنہ میں پھر عرض کروں گا کہ اگر ہم نے اسلام کی پیروی نہ کی اور جو عوام کے حقوق ہم نے دبائے ہوئے ہیں، اسلام کے نظامِ عدل کو اپنے سامنے رکھ کر پوری جرأت کے ساتھ اگر ان کے حقوق ہم نے اُن کو نہ دیئے تو تاریخ کا ریلا آرہا ہے اور سیلاب ہمارے دروازوں تک پہنچ چکا ہے - اور وہ آکر رہے گا اُسے کوئی روک نہیں سکے گا۔

سیاسی استحکام کے ضمن میں میں نے اپنی خارجہ پالیسی والی تقریر میں بھی عرض کیا تھا کہ اس ملک کا ایک بہت بڑا مسئلہ انتخابات ہیں - یہ ایوان آپ اسے خواہ موقّر کہہ لیں خواہ معزّز کہہ لیں خواہ جو چاہے کہہ لیں، لیکن اس کا جواز کا صرف اس خیال و قیاس (ASSUMPTION) پر ہے کہ اس وقت اس ملک میں انتخابات نہیں ہو سکتے - میں چاہتا ہوں کہ ایوان کو اعتماد میں لیا جائے - میں بہت مایوس ہوا ہوں وزیرِ داخلہ کی تقریر سے کہ اس موضوع سے وہ بالکل کنّی کترا کر نکل گئے - اگر اس کے لئے اُنہیں ایک گھنٹہ درکار تھا تو یہاں تو بہت سے گھنٹے اس کے بعد ضائع ہو چکے ہیں یا صرف ہو چکے ہیں - اگر اس کے لئے کسی سپیشل سیشن کی ضرورت ہو تو اس سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیئے - اس لئے کہ ہمارا یہاں موجود ہونا - اس کے لئے جواز صرف اسی بنیاد پر ہے کہ یہاں الیکشن نہیں ہو سکتے - تو ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اصل صورتِ حال کیا ہے، وجوہات کیا ہیں - آپ اس سیشن کو بھی "اِن کیمرہ" کر سکتے ہیں۔ بہر حال ہمیں بھی مطمئن اور قائل کریں کہ واقعتاً الیکشن نہیں ہو سکتے تاکہ ہم بھی اس کے لئے ذہناً تیار رہوں - ملک کی سالمیت بہرحال مقدم ہے اور الیکشن کوئی قرآنِ مجید میں لکھی ہوئی چیز نہیں ہے کہ فوری طور پر ضرور ہو جائیں - لیکن ہمیں بتایا جانا چاہیئے کہ واقعی حالات ایسے ہیں - لیکن صاحبِ صدر! میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ اگر اس سیاسی عمل کو غیر ضروری طور پر روکا گیا تو اس کے نتائج ہرگز اچھے نہ ہوں گے بلکہ میں آپ سے ایک بات عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ ہمیں سوچنا چاہیئے کہ سیاسی عمل میں تعطل جاری رکھ کر کیا ہم تخریب کاروں

کو اخلاقی جواز فراہم نہیں کر رہے ہیں - اس لئے کہ تحریک کاروں کے پاس عذر موجود ہوگا کہ کوئی اظہارِ رائے کس طرح کرے، اپنی رائے کیسے دے - پی - ایل - او (PLO) کے لئے اگر ہم نے اخلاقی جواز تسلیم کیا کہ ان پر اسرائیل نے ظلم کیا ہے تو پھر وہی اخلاقی جواز یہاں بھی موجود ہو جائے گا - اگر اس الیکشن کے عمل کو غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کیا جاتا رہا - کہ ان کے پاس اظہارِ رائے کا کوئی اور ذریعہ نہیں - یہ معاملہ نہایت اہم ہے اور میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس پر ایک سپیشل سیشن ہو، چاہے آپ اسے کچھ دنوں کے بعد رکھ لیں -

جناب چیئرمین: آپ تجویز لکھ کر بھیجئے اور وہ باقاعدہ قواعد کی رُو سے ایوان کے سامنے پیش کر دی جائے گی -

ڈاکٹر اسرار احمد: جناب والا! تقاریر کے دوران بھی یہاں تجاویز دی گئی ہیں - میں اس کو لکھ کر بھی دے دوں گا - مجھے صرف ایک منٹ اور دے دیجئے - میں بہاری مسلمانوں کے سلسلے میں جو بات یہاں کہی گئی ہے اُس کی تائید کرنا چاہتا ہوں کہ وہ پاکستان کے شہری ہیں اور انہیں فی الفور پاکستان لانے کے انتظامات کئے جانے چاہئیں -

قارئین حضرات نوٹ فرمالیں

یکم جنوری ۱۹۸۲ء سے مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی درج ذیل مطبوعات کی تبدیل شدہ قیمتیں حسب ذیل ہوں گی۔

(۱) مجموعہ تفاسیر فراہی -/۶۰ روپے
(۲) اقسام القرآن -/۵ "
(۳) ذبیح کون ہے ! -/۵ "
(۴) حقیقتِ دین -/۳۲ "
(۵) پاکستانی عورت دوراہے پر -/۱۵ "
(۶) مبادی تدبر قرآن -/۱۶ "
(۷) اسلامی ریاست -/۳۰ روپے
(۸) اسلامی قانون -/۱۲ "
(۹) قرآن اور پردہ -/۱ "
(۱۰) اقامت دین اور انبیاء کرام کا طریق کار ۱/۲۵ "
(۱۱) دعوت دین اور اس کا طریق کار -/۲۰ "

اخلاقیات کے میدان میں نبی اکرمؐ کی اتمامی اور تکمیلی شان کا اصل مظہر

عدل و اعتدال

ڈاکٹر اسرار احمد

یہ مقالہ حکومت پاکستان کی وزارت امور مذہبی کے زیر اہتمام منعقدہ

نیشنل سیرت کانفرنس

میں پڑھا گیا۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک نبی ہی نہیں خاتم النبیّین ہیں اور آپؐ پر نبوت ختم ہی نہیں مکمل بھی ہوئی ہے — اور آپؐ صرف ایک رسول ہی نہیں آخر المرسلین ہیں اور آپؐ کی رسالت آخری ہی نہیں دائمی بھی ہے — اور ہر پہلو اور ہر جہت سے اکمال و تکمیل اور اتمام و تتمیم ہی آپؐ کی نبوت و رسالت کی امتیازی شان ہے۔ چنانچہ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۳ میں بھی "اکملتُ" اور "اتممتُ" ہی کے الفاظ استعمال ہوئے، یعنی :-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط

(آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کا بھی 'اکمال' کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کا بھی 'اتمام' کر دیا اور تمہارے لئے (ابدالآباد تک کے لئے) 'اسلام' کو بطور دین پسند کر لیا۔

اور سورۃ توبہ کی آیات ۳۲ – ۳۳ اور سورۃ صف کی آیات ۸ ، ۹ میں بھی "اظہارُ دینِ الحق علی الدین کلّہ" کے ضمن میں متصلاً ذکر فرمایا گیا 'اتمامِ نور' کا :- سورۃ توبہ میں "وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّآ أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ" کے الفاظ میں اور سورۃ صف میں "وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ" کے الفاظ میں — دونوں مقامات پر "وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ" کے تہدید آمیز الفاظ کے اضافہ کے ساتھ!

اور یہی شان ظاہر ہوتی ہے آنحضورؐ کے ان اقوالِ مبارکہ میں کہ :

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ" اور "إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ" — یعنی میں تو مبعوث ہی اسی لئے ہوا ہوں کہ ، 'مکارمِ اخلاق' اور 'محاسن اخلاق' کی تکمیل و تتمیم کر دوں —

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ آپؐ سے پہلے کے جلیل القدر انبیاء اور اولوالعزم رُسل اخلاقِ حسنہ کی جن بلندیوں اور رفعتوں پر نظر آتے ہیں اُن میں آنحضورؐ کی بعثت سے کون سا تکمیلی یا تتمیمی اضافہ ہوا ہے ؟ — کیا یہ واقعہ نہیں کہ دعوت و تبلیغ کے ضمن میں لوگوں کی جانب سے ایذا و مخالفت پر صبر میں حضرت نوح علیہ السلام بلند ترین مقام پر ہیں جنہوں نے ساڑھے نو سو برس تک صبر و مصابرت پر مداومت کی ، اسی طرح جان و مال کے ضمن میں اللہ کی جانب سے ابتلاء و آزمائش پر صبر کی چوٹی پر فائز ہیں حضرتِ ایوب علیہ السلام جن کا صبر ضرب المثل ہے ، حسنِ خلق اور تواضع میں بلند ترین مقام پر ہیں سیدنا ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام — مقامِ شکر پر بتمام و کمال متمکن نظر آتے ہیں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام — مخاطبہ مکالمۂ الٰہی میں ممتاز اور غیرت و حمیّت دینی سے سرشار نظر آتے ہیں حضرتِ موسیٰ علیہ السلام ، تو تائید روح القدس کے اعتبار سے نمایاں ترین اور زہد و ورع کی بلند ترین چوٹیوں پر متمکن نظر آتے ہیں ۔ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام ، اسی طرح حلم ختم ہے حضرت اسماعیلؑ پر تو تبتّل کی انتہا نظر آتی ہے حضرت یحییٰؑ میں — تو سوال یہ ہے کہ اخلاقیاتِ انسانی کے میدان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان کیا ہے — اور بالخصوص آپؐ کا وہ کارنامہ کون سا ہے جسے محاسن و مکارمِ اخلاق کی تکمیل و تتمیم کا مظہر قرار دیا جا سکے ؟

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و شخصیت مبارکہ کا نمایاں ترین وصف ـــ اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کا نقطۂ ماسکہ، اور آپؐ کے قائم کردہ نظامِ اجتماعی کی امتیازی شان ہے عدل و اعتدال!!

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماءِ حسنیٰ کی تفصیل پر مشتمل جو حدیث امام ترمذیؒ اور امام بیہقیؒ نے حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا ایک نامِ نامی اور اسمِ گرامی 'العدل' بھی ہے - یعنی سراپا عدل و مجسّم انصاف قرآنِ حکیم میں اگرچہ اللہ تعالیٰ کا یہ نام تو وارد نہیں ہوا تاہم متعدد مقامات پر اُس تعالیٰ کی اس شان کا ذکر موجود ہے، مثلاً:

(۱) وَاللّٰہُ یَقۡضِیۡ بِالۡحَقِّ (المومن: ۲۰)
"اللہ تعالیٰ فیصلے صادر فرمایا ہے بالکل حق کے ساتھ!"

(۲) وَتَمَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدۡقًا وَّعَدۡلًا (انعام: ۱۱۵)
"تیرے رب کی (ہر) بات صدق و عدل کے (جملہ معیارات کے مطابق) پوری ہو چکی ہے۔"

(۳) شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًۢا بِالۡقِسۡطِ" (آل عمران: ۱۸)
"خود اللہ بھی گواہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور فرشتے اور تمام اہل علم بھی گواہ ہیں - وہی عدل و انصاف کو لے کر کھڑا ہے!"

صوفیائے کرامؒ کے حلقے میں ایک حدیث نبویؐ "تَخَلَّقُوۡا بِاَخۡلَاقِ اللّٰہِ" کثرت سے بیان ہوتی ہے، اور اگرچہ بعض محدثین کرام کو اس کی سند پر کلام ہے تاہم اس کا مضمون بھی قرآن مجید کے متعدد مقامات سے ثابت ہے - مثلاً سورۃ تغابن میں ارشاد ہوتا ہے:-

"وَاِنۡ تَعۡفُوۡا وَتَصۡفَحُوۡا وَتَغۡفِرُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ"

یعنی: "اگر تم معاف کر دیا کرو اور درگزر سے کام لیا کرو اور لوگوں کی خطاؤں کو

بخش دیا کرو تو اللہ بھی غفور اور رحیم ہے!" — ظاہر ہے کہ یہ الفاظِ مبارکہ لوگوں کو ترغیب دے رہے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی شانِ غفوری اور رحیمی کا ایک عکس اپنے اندر بھی پیدا کرو — اب اگر یہ بات اصولاً درست ہے تو اس میں کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں رہی کہ جملہ صفات و شئون باری تعالےٰ کا کامل و اکمل اور جامع ترین عکس ہے ذاتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام — اور چونکہ صفات باری تعالےٰ میں بعض بظاہر ایک دوسرے سے متضاد بھی ہیں جیسے یہ کہ وہ "المعزّ" بھی ہے اور "المذل" بھی "الرّافع" بھی ہے اور "الخافض" بھی "القابض" بھی ہے اور "الباسِط" بھی — اسی طرح "الظاھر" بھی ہے اور "الباطِن" بھی اور "الغفور" بھی ہے اور "المنتقم" بھی، لہٰذا تعالےٰ کا اہم ترین وصف ہوگا "عدل" جو نہ صرف جملہ مخلوقات کے مابین عدل و انصاف کی صورت میں جلوہ گر ہوگا بلکہ خود اُس کی جملہ صفات و شئون میں توازن و اعتدال کی صورت میں ظاہر ہوگا — شاید یہی رمز ہو اس میں کہ جبکہ اللہ تعالےٰ کے دوسرے اسماءِ حُسنیٰ یا اسمِ فاعل کی صورت میں ہیں یا صفت مشبّہ (فعیل) کے وزن پر یا اسم مبالغہ (فعّال یا فعُول) کے اوزان پر وہاں اسم احسن 'العدل' مصدر پر مبنی ہے — بہرحال اسی اسم احسن 'العدل' کا عکسِ کامل ہیں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم — گویا آپؐ 'العادل' ہیں یعنی 'عادلِ کامل' — !!

چنانچہ ایک جانب خود آپؐ کی اپنی سیرتِ مطہرہ عظیم ترین مظہر ہے عدل و اعتدال کا اور آپؐ کی شخصیتِ مبارکہ حسین ترین امتزاج ہے جلال و جمال اور بشریت و ملکیت کا — بقول علاّمہ اقبال مرحوم ؎

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب!

واقعہ یہ ہے کہ دنیا پرستی یا حبِ عاجلہ اور ترکِ دنیا یا رہبانیت کی دو انتہاؤں کے مابین صحیح ترین نقطۂ عدل تلاش کرنا ہو تو وہ ملے گا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ میں — اسی طرح عورت کو بھیڑ بکری کی طرح کی ملکیت اور جُوتی کی نوک سمجھنے اور اختیارات و معاملات کو اُس کے حوالے

کر کے خود تابع مہمل بن جانے کی افراط و تفریط کے مابین اعتدال کی روش دیکھنی ہو تو وہ بھی ملے گی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ۔ اسی طرح اسراف و تبذیر اور بخل و شحّ کی انتہاؤں کے مابین اعتدال کا رویّہ دیکھنا ہو تو وہ بھی نظر آئے گا آنحضورؐ کی ذاتِ مقدسہ میں ۔ اسی طرح ایک طرف ذاتی معاملات میں خون کے پیاسوں تک کو معاف کر دینے میں " والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس " (آل عمران : ۱۳۴) کی مکمل تصویر اور دوسری طرف اللہ کے دین کے قیام اور اسکی حدود کے اجراء و نفاذ کے ضمن میں ولا تاخذ کم بھما رأفۃ فی دین اللہ " (النور : ۲) کا کامل مرقع اگر بیک وقت دیکھنا ہو تو وہ بھی میسر آئے گا صرف سیرتِ محمدی علیٰ ساجہا الصلوٰۃ والسلام میں۔
وقس علیٰ ذٰلک :

دوسری طرف جو تعلیم آپ لے کر آئے اُس میں بنیادی اہمیت حاصل ہے عدل و انصاف اور قیام نظامِ عدل و قسط کو ۔ بفحوائے آیاتِ قرآنی :-

(۱) وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (النساء : ۵۸)	جب تم لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو عدل سے کام لو ۔
(۲) وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۔ (المائدہ : ۴۳)	اور اگر آپ اُن کے مابین فیصلہ کرنا قبول ہی کر لیں تو فیصلہ انصاف کے ساتھ کریں ۔
(۳) قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ (الاعراف : ۲۹)	کہہ دیجئے کہ میرے ربّ نے تو عدل و انصاف کا حکم دیا ہے ۔
(۴) إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ (النحل : ۹۰)	یقیناً اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے عدل کا ۔
(۵) وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ (الانعام : ۱۵۲)	اور جب بھی بات کرو تو انصاف کے مطابق کرو خواہ معاملہ کسی قرابت دار ہی کا ہو ۔

(۶) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ
(النساء: ۱۳۵)

اے ایمان والو عدل و انصاف کے علمبردار بن کر کھڑے ہو جاؤ اور اللہ کے حق میں گواہی دو خواہ وہ تمہارے خلاف پڑ رہی ہو، خواہ تمہارے والدین یا اقربا یا اپنے خلاف جا رہی ہو۔

(۷) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ
(مائدہ: ۸)

اے ایمان والو اللہ کے علمبردار اور عدل و انصاف کے گواہ بن کر کھڑے ہو جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہی تقویٰ کے قریب تر ہے۔

(۸) لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ
(الحدید: ۲۵)

ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو بینات دے کر اور نازل کی اُن کے ساتھ کتاب اور میزان تاکہ لوگ قائم ہوں عدل و انصاف پر۔

(۹) وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ (الشوریٰ: ۱۵)

اور کہہ دیجئے میں ایمان رکھتا ہوں اُس کتاب پر جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے مابین عدل قائم کروں۔

(۱۰) إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ
(المائدہ، الحجرات، الممتحنہ)

یقیناً اللہ محبت فرماتا ہے انصاف کرنے والوں سے۔

چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جانب تو فصلِ خصومات اور رفعِ نزاعات کے لئے وہ سنہری اصول متعین فرمائے جن کو آج عالمِ انسانی میں قبولِ عام حاصل ہے۔ مثلاً یہ کہ کسی ایک فریق کی بات سن کر اور فریقِ ثانی کو صفائی کا موقعہ دیئے بغیر فیصلہ سُنا دینا غلط ہے۔ یا یہ کہ دلیل یا ثبوت مہیّا کرنے کی ذمہ داری مدّعی کی ہے نہ کہ مدعا علیہ کی۔ اور اگر مدّعی ثبوت نہ دے سکے تو مدّعا علیہ کی جانب سے محض قسم یا حلف بھی دعوے کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے یا یہ کہ شک کا فائدہ ملزم کو پہنچتا ہے ـــ نتیجۃً خواہ ایک سو مجرم بری ہو جائیں لیکن کوئی ایک بے گناہ بھی خواہ مخواہ سزا نہ پائے ـــ اور آخری لیکن اہم ترین یہ کہ قانون کی نگاہ میں سب لوگ برابر ہیں۔ کسی بڑے سے بڑے انسان حتیٰ کہ سربراہِ مملکت کو بھی کوئی امتیازی مقام یا خصوصی تحفظ حاصل نہیں ہے ـــ دوسری طرف آپؐ نے وہ نظامِ عدلِ اجتماعی قائم فرمایا جس کی یاد تاحال نوعِ انسانی کی اجتماعی یادداشت میں ایک حسین خواب کی مانند باقی ہے۔

بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اس نظامِ عدلِ اجتماعی کا اصل وصف بھی عدل و اعتدال ہی ہے چنانچہ اس میں نظامِ سیاست و حکمت کے ضمن میں ایک جانب انسانی حاکمیت اور لادینی جمہوریت اور دوسری جانب مذہبی طبقے کی حکومت و آمریت کے مابین حاکمیتِ الٰہی (Divine Sovereignty) اور عوامی حکومت (Popular Vicergency) کا معتدل اور متوازن راستہ اختیار کیا گیا ـــ اسی طرح نظامِ معیشت کے باب میں ایک جانب انفرادی ملکیت مطلقہ اور مادر پدر آزاد معیشت سے پیدا شدہ HAVES اور Have-nots کی شدید اونچ نیچ اور طبقاتی تقسیم اور دوسری جانب انفرادی ملکیت کی نفیٔ مطلق اور جبری مساوات کے مابین تصورِ امانت پر مبنی محدود ذاتی تصرف اور حدودِ حلال و حرام کی پابند معیشت کی درمیانی راہ اختیار کر کے اجتماعیاتِ انسانیہ کی دو اعلیٰ ترین اقدار یعنی آزادی اور مساوات کے مابین بھی عدل قائم کر دیا۔ فصلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلّم!!

مختصر یہ کہ عدل و انصاف اور توازن و اعتدال کے ضمن میں انسان کی

سلسلہ تقاریر ’’الکتٰب‘‘ (ٹیلی ویژن)

پارہ نمبر ۲۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید کا ۲۳ واں پارہ وَمَالِیَ کے نام سے موسوم ہے اور اس میں اولاً اکثر حصہ سورۃ یٰسین کا شامل ہے یعنی باسٹھ آیات ۔ پھر سورۃ الصّٰفّٰت اور سورۃ صٓ مکمل شامل ہیں اور آخر میں الزمر کی اکتیس ۳۱ آیات ۔ سورۃ یٰسین کے بارے میں یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ اسے نبی اکرمؐ نے قرآن حکیم کا دل قرار دیا ہے اس کی قطعی اور حتمی بنیاد تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے علم میں ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس سورۃ کو پڑھتے ہوئے اس کے ردھم میں ایک خاص کیفیت کا احساس ہوتا ہے جو ایک دھڑکتے ہوئے دل سے بہت مشابہ ہے اس سورۃ مبارکہ میں توحید اور معاد اور رسالت کے ساتھ ساتھ دو اہم سائنسی حقائق کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے مثلاً ایک علم فلکیات سے متعلق کہ سورج اور چاند کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ’’ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ‘‘

یعنی یہ تمام اجسام سماویہ اپنے اپنے مدار میں گردش کرتے ہیں ۔ اور ان کی گردش کسی تیرنے والے سے بہت مشابہت رکھتی ہے ۔ اس طرح علم حیاتیات کی اہم حقیقت کی طرف بھی وَمَنْ نُعَمِّرْهُ . . . ایک خاص عمر کے بعد جب عمر میں اضافہ ہوتا ہے تو یوں جسم میں تخریبی عمل بڑھتا جاتا ہے اور تعمیری عمل کم ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آتا ہے کہ بڑے بڑے ذہین لوگ بھی عمر کی ایک حد تک آ کر گویا کہ اپنے اس تمام علم اور ذہانت اور متانت سے محروم ہو جاتے ہیں ۔ سورۃ الصّٰفّٰت اور سورۃ صٓ ان دونوں میں سورۃ مریم اور سورۃ انبیاء کی مانند انبیائے کرام کا ذکر ہے اور یہ ذکر یہاں بھی حضرات انبیاء کرام کی شخصی عظمتوں اور ان کے کردار کی رفعت کے اعتبار سے ہے چنانچہ الصّٰفّٰت

میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس حجّت کا ذکر ہوا جو انہوں نے اپنی قوم پر قائم کی ان کی بت پرستی کے خلاف۔ یہ معلوم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی بعثت جس قوم میں ہوئی اس میں تینوں قسم کے مشرک موجود تھے "ستارہ پرستی بھی تھی"، "بت پرستی" بھی اور "شاہ پرستی" بھی حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور ان تینوں قسم کی پرستشوں پر بڑی کاری ضرب لگائی۔ ستارہ پرستی پر جو ضرب انہوں نے لگائی اس کا ذکر سورۃ انعام میں ہے۔ شاہ پرستی پر جو ضرب لگائی اس کا بیان سورۃ البقرہ میں ہے اور یہاں ان کی بت پرستی پر جو کاری وار حضرت ابراہیمؑ نے کیا اس کا ذکر ہے کہ ایک بڑی عید کے موقعہ پر جب کہ شہر کی تقریباً تمام آبادی کہیں باہر چلی گئی تھی، حضرت ابراہیمؑ کسی بیماری کی وجہ سے شہر ہی میں مقیم رہے اور بعد میں موقعہ پاکر ان کے بڑے بت خانے میں گھس گئے اور انہوں نے تمام بتوں کو توڑ پھوڑ دیا سوائے سب سے بڑے بُت کے اور وہ کلہاڑا کہ جس سے آپ نے تمام بُتوں کو توڑا تھا وہ بڑے بُت کی گردن میں پیوست کر دیا اور جب لوگ واپس آئے اور ایک تہلکہ مچ گیا اور لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ سے پرسش کی تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اس بڑے سے پوچھو جس کی گردن میں یہ تیشہ بھی لٹکا ہوا ہے۔ ظاہر بات ہے اس کا جواب صرف ایک ہی ہو سکتا تھا کہ تم جانتے ہو وہ نہ بول سکتے ہیں اور نہ جواب دے سکتے ہیں۔ اور یہی جواب حضرت ابراہیمؑ کو مطلوب تھا انہوں نے فرمایا۔ اف ہے تم پر اور تف ہے تم پر کہ تم ان کو پوجتے ہو جو نہ اپنی مدافعت کر سکیں۔ نہ سُن سکیں نہ بول سکیں۔ قوم کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ ایک دفعہ تو خاموش ہوئی لیکن پھر اس نے حضرت ابراہیمؑ پر تشدد کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کا وہ واقعہ بھی اس سورۃ مبارکہ میں نقل ہوا، ان کی زندگی کے امتحانات میں سے سب سے کڑا اور آخری امتحان تھا۔ لگ بھگ ستاسی برس کی عمر میں اللہ سے دُعائیں کر کر کے حضرت اسمٰعیلؑ جیسا بیٹا پیدا ہوا وہ بیٹا تیرہ برس

کی عمر کو پہنچا اور باپ کے ساتھ بھاگ دوڑ کے قابل ہوا تو اللہ کا حکم آیا کہ اس بیٹے کو ہمارے نام پر ذبح کر دو۔ چنانچہ یہاں حضرت ابراہیمؑ کی دعا بھی نقل ہوئی رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ہم نے اسے ایک صاحب حلم بیٹے کی بشارت دی (وَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ) جب وہ اس کے ساتھ بھاگ دوڑ کے قابل ہوا تو انہوں نے کہا کہ اے میرے بچے میں تو خواب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جیسے میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تمہاری رائے کیا ہے؟۔ اس سعادت مند بیٹے کا جواب تھا (قال یا ابت افعل ما تؤمر) اباجان کر گزریئے جس کا حکم آپ کو ہوا ہے آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ (سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ) اور جب باپ بیٹا دونوں اللہ کے حکم کی تعمیل پر آمادہ ہو گئے اور حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو پیشانی کے بل گرا دیا تو اس وقت اللہ کی طرف سے آواز آئی اے ابراہیمؑ تم نے اپنے خواب کو سچا کر دیا اور واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک بہت بڑا امتحان ہے حقیقت یہ ہے کہ جس کا امتحان لیا جا رہا ہو اس کی کامیابی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی کہ خود ممتحن کہے کہ یہ امتحان واقعی بڑا کڑا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ زندگی بھر جن امتحانات سے دو چار رہے اور جن سے کامیابی سے گزرتے رہے ان میں سے یہ آخری امتحان بڑا سخت تھا جس میں اللہ نے انہیں کامیاب قرار دیا۔ سورۃ صٓ کا آغاز صٓ والقرآن ذی الذکر سے ہوتا ہے۔ قسم ہے قرآن کی جو ذکر و فکر اور نصیحت کا حامل ہے اس لئے کہ یہ قرآن مجید کی خود اپنی حقانیت اور صداقت پر بھی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور نبی اکرمؐ کی بھی سب سے بڑی برہان ہے۔ اس سورۃ مبارکہ کے آخر میں وہ مضمون دوبارہ آیا جو اس سے پہلے چودھویں پارے میں سورۃ حجر میں آچکا ہے یعنی حضرت آدمؑ کی عظمت کی اصل بنیاد یہ ہے کہ ان کے خاکی جسد میں روح ربانی پھونکی گئی۔

آخر میں سورۃ الزمر کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ سورۃ مبارکہ قرآن مجید کی نہایت عظیم

سُورتوں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے اور یہ ان سات سورتوں کے لئے بڑی جامع تمہید ہے جو اس کے بعد آتی ہیں اور جن کا آغاز ہوتا ہے حٰمٓ کے حروف مقطعات سے، اس سورۃ مبارکہ کا مرکزی مضمون ہے خدائے واحد کی اطاعت اور اطاعت کامل ایسی اطاعت کہ جس میں کسی طرح کا کوئی کھوٹ شامل نہ ہو چنانچہ اس کا آغاز ہی ہوا ان الفاظ سے تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ہ اے نبیؐ ہم نے یہ کتاب مجید آپ پر حق کے ساتھ نازل فرمائی ہے پس بندگی اور پرستش اور اطاعت کرو اللہ کی - اپنی کُل اطاعت کو صرف اس کے لئے خالص کرتے ہوئے آگے فرمایا ہ۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ آگاہ ہو جاؤ اطاعت تو کل کی کل اور خالصتاً اللہ کے لئے ہے۔ مزید فرمایا اے نبیؐ اعلان کر دیجئے - قُلِ اللّٰہَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّہٗ دِیْنِیْ مجھے تو اپنے رب کی طرف سے صرف اس کا حکم ملا ہے کہ میں اس کی بندگی کروں اور پرستش کروں اور اطاعت کروں - کُل کی کُل اطاعت کو صرف اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے اس لئے کہ یہی در حقیقت دین اسلام کا اصل تقاضا ہے یہی وہ توحیدی عمل ہے کہ جس کی دعوت کیلئے تمام انبیا کرام تشریف لاتے رہے -

بقیہ :- عدل و اعتدال

حصول میں فی الوقت اگر کچھ موجود ہے تو وہ لازماً محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ ہے اور اگر نوعِ انسانی ان کے حصول کے لئے کوشاں ہے تو گویا وہ ابھی نظامِ مصطفیٰ کی تلاش میں سرگرم ہے - گویا بقول علّامہ اقبال مرحوم :-

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بُو — زانکہ از خاکش بروید آرزو
یا زِ نورِ مصطفیٰ او را بہا است — یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است!

پارہ نمبر ۲۴

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

قرآن مجید کا چوبیسواں پارہ "وَمَنْ اَظْلَمُ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں ابتداً سورۃ الزمر کی چوالیس آیات شامل ہیں۔ پھر سورۃ مومن مکمل اور آخر میں سورۃ حٰم السجدہ کی چھیالیس آیات۔ سورۃ الزمر کا جو حصہ اس پارے میں شامل ہے اس کے بالکل آغاز میں انبیاء کرام اور صدیقین کی شخصیتوں کا یہ پہلو بیان ہوا ہے کہ سچ، راستی اور صداقت ان کی سیرتوں کے اہم ترین جزو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ه

صداقت کا پیغام لانے والے انبیاء کرام اور اس سچائی کی تصدیق میں پیش قدمی کرنے والے صدیقین . . . ایک اور بات جو توحید کا لب لباب اور اس کا اصل حاصل قرار دی جا سکتی ہے۔ فرمایا: اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ط کیا اللہ تعالےٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ بندے کا یہ اطمینان اور یہ یقین کہ میرا ربّ میرے ساتھ ہے۔ وہ میرا حامی و ناصر ہے۔ وہ میرا مددگار ہے۔ وہ میرا حاجت روا ہے اور میرا مشکل کشا ہے۔ وہ مجھے رزق دینے والا ہے۔ جتنا یہ یقین پختہ ہوتا چلا جائے گا اتنا ہی دین کی اصل رُوح اور عبادت کی اصل چاشنی سے اس انسان کو اس کا حصہ ملتا رہے گا۔ توحیدِ خالص کی جس دعوت سے اس سورۃ مبارکہ کا آغاز ہوا تھا اسی پر انتہائی پُرہیبت اور پُرجلال انداز میں کلام ہوا۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ه

اے جاہلو! اے نادانو! اے حرص و ہوا کے بندو! کیا تم مجھ سے بھی یہ چاہتے

ہو کر میں خدا کے سوا کسی اور کی پرستش کرنے لگوں۔ کیا میرے بارے میں بھی تمہارا یہ گمان ہے کہ میں شرک میں ملوث ہو جاؤں گا۔ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ج لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ہ حالانکہ اے نبی آپؐ پر وحی کر دیا گیا ہے اور یہ بات بالکل واضح کر دی گئی ہے کہ اگر بالفرض آپ بھی شرک میں ملوث ہو گئے تو یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ آپ کے بھی تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ بھی خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد قیامت کا نقشہ کھینچا گیا بعث بعد الموت کا نقشہ کھینچا گیا۔ میدانِ حشر میں جہاں گواہیاں پیش ہوں گی۔ انبیاء و صدیقین و شہداء کھڑے ہوں گے۔ اُمتوں کے خلاف گواہی دینے کے لئے اور اس پورے حساب کتاب اور محاسبہ کے بعد انجام کار کے طور پر جب انسانوں کو جنّت یا دوزخ کی طرف ہانکا جائیگا تو اس کا نقشہ بھی کھینچا گیا۔ وَسِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا۔ وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر کی روش اختیار کی تھی وہ گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے جہنّم کی طرف۔ وہاں جو داروغہ ہے جہنّم کا وہ ان سے سوال کرے گا کیا تمہارے پاس وہ نبی نہ آئے تھے جو تمہیں اللہ کی آیات سناتے تھے اور تمہیں آج کے اس دن سے ڈراتے تھے۔ تو وہ کافر جواب دینگے یقیناً آئے تھے لیکن اللہ تعالےٰ کی بات ہمارے حق میں کامل اور صادق ہو کر رہی اور ہم اپنی اس بدکرداری کی وجہ سے اس بدانجام کو پہنچ کر رہے۔ اس کے بعد معاملہ ہوگا اہلِ تقویٰ کا وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ ہ وہ لوگ جو اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کئے رہے ہیں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے بچ کر زندگی گزاری ان کو لے جایا جائے گا جنت کی طرف اور وہاں داروغہ جنّت ان کو تہنیت اور مبارکباد کے ساتھ اور سلامتی کے ساتھ ان کا استقبال

کرے گا - سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ ہ

اور آخر میں نقشہ کھینچا گیا ہے یوں سمجھیے کہ اس پورے معاملے کا ڈراپ سین ہوگا جبکہ ملائکہ عرشِ خداوندی کے گرد طواف کرتے ہوئے - وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ اللہ واحد کے لئے تمام جہانوں کے پروردگار کے لئے حمد و ستائش کے ترانے الاپ رہے ہوں گے - اس کے بعد سُورۃ مؤمن آتی ہے یہ حمٓ کی پہلی سُورۃ ہے اور ہر اعتبار سے اہم ترین اور جامع ترین سُورۃ ہے - اس کا نام سُورۃ الغافر بھی ہے اس لئے کہ اس کے بالکل آغاز میں اللہ تعالیٰ کی یہ شان بیان ہوئی ہے -

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ ط
لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ -

وہ گناہوں کا بخشنے والا بھی ہے توبہ کا قبول فرمانے والا بھی ہے اور اسے پوری پوری قدرت حاصل ہے - اس کی سزا اور اسکی پکڑ سے بچ کر جانا کسی کے لئے ممکن نہ ہوگا - ایک اور عجیب حقیقت کی طرف راہنمائی ملتی ہے کہ اہلِ جہنّم فریاد کریں گے -

رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا
فَھَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ہ

اے ربّ ہمارے تو نے ہمیں دو مرتبہ جلایا اور دو مرتبہ مارا - اب یہاں سے بھی نکلنے کا کوئی راستہ ہے یا نہیں - معلوم ہوا کہ انسان کی زندگیاں دو ہیں ایک وہ مختصر سی زندگی تھی ارواح کی تخلیق کے بعد جس کے دوران کا اہم ترین واقعہ وہ عہدِ میثاق ہے - جس کا ذکر سُورۃ الاحزاب میں آچکا ہے -

دوسری زندگی ہے یہاں اس زمین پر زندگی یہ حیات دنیوی - اس طریقے سے دو ہی اموات ہیں - ایک اس پہلی زندگی کے بعد کی یہ عارضی موت اور ایک دوسری زندگی کے بعد کی موت جس کے بعد جب احیاء ہوگا تو وہ پھر

ابدی زندگی ہے - ہمیشہ کی زندگی - اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آل فرعون میں سے ایک ایسے صاحب کے حالات اور ان کی تقریر خاص طور پر ذکر فرمائی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے لیکن اپنے ایمان کو انہوں نے چھپائے رکھا تاآنکہ وہ مرحلہ آیا کہ فرعون نے اپنے دربار میں یہ تجویز پیش کی کہ اب موسیٰ کو مزید مہلت نہ دی جائے اب تو مجھے اجازت دو کہ میں موسیٰ کو قتل ہی کر گزروں - اس وقت وہ صاحبِ ایمان موقعہ کی نزاکت کے اعتبار سے بھرے دربار میں کھڑے ہوئے - انہوں نے جو تقریر کی ہے اس کو عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ قرآن مجید میں جن انسانوں کے اقوال نقل ہوئے یا ان کی وصیتیں یا نصیحتیں نقل ہوئی ہیں، ان میں جس قدر تفصیل کیساتھ اس مومن آلِ فرعون کی تقریر قرآن مجید میں نقل ہوئی اور وہ ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بنا دی گئی، اتنی تفصیل کے ساتھ کسی اور کا قول نقل نہیں ہوا - انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز کیا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ ط وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْہِ کَذِبُہٗ ج کیا تم اس شخص کے قتل کے درپے ہو گئے ہو صرف اس جرم پر کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے - یاد رہے یہی وہ الفاظ تھے جو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمائے تھے جب مسجدِ حرام میں نبی اکرم پر مشرکین نے دست درازی کی تھی اور آپؐ کو مارنے کے لئے بڑھے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سینہ سپر ہو گئے اور اس وقت یہی الفاظ تو ان کی زبان پر تھے - "اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ" بیوقوفو کیا صرف اس جرم کی پاداش میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے ہو گئے ہو کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ میرا ربّ صرف ایک اللہ ہے - ان کی تقریر کا اختتام ہوا اس جامع جملے پر -

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ - میں اپنے معاملے کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں - میں نے کلمہ حق کہہ دیا اور مجھے اس کے بارے میں کوئی اندیشہ نہیں کہ تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے اس لئے کہ میں نے اپنے معاملے کو بالکل ہی اللہ کے حوالے کر دیا - اس کے بعد سورۃ حٰم سجدہ آتی ہے - اسکی آیات میں ایک

اہم بات تو یہ آئی ہے کہ قیامت کے دن جب انسانوں کا محاسبہ ہوگا تو ان کے اپنے اعضاء و جوارح ہی اِن کے خلاف گواہی دیں گے - اور جب وہ حیران اور ششدر ہو کر کہیں گے لِمَ شَہِدْتُمْ عَلَيْنَا ”تم (اعضاء و جوارح) ہمارے خلاف گواہی کیوں دے رہے ہو“ تو وہ جواب دیں گے - اَنْطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیْ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ - ہمیں بھی آج اس اللہ نے زبان دے دی ہے جس نے ہر شے کو زبان دی تھی - آج تمہاری بدکرداری کے خلاف سب سے بڑی گواہی ہم خود دیں گے - ایک اور قول کفار کا نقل ہوا - قرآن مجید کی تاثیر کو پوری طرح سمجھنے کی وجہ سے انہوں نے باہم یہ مشاورت کی - لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ٥ اس قرآن کو سُنا مت کرو بلکہ جب محمد رسول اللہ تمہیں قرآن کو سنائیں تو کوئی شور و شغب کر دیا کرو - اس میں تمہاری فلاح ہے - اسی میں تمہارے غالب آنے کی کوئی شکل پیدا ہو سکتی ہے - اور پھر وہ آیات اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وہ لوگ کہ جو کہیں کہ ہمارا ربّ اللہ ہی ہے - اور پھر اس پر جم جائیں عقیدتاً اور عملاً بھی - ان کی پوری شخصیّت ان کے اس یقین کا مظہر بن جائے تو یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے - انہیں دنیا کی زندگی میں بھی اللہ کی طرف سے بشارتیں ملتی ہیں - اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ پھر ان لوگوں کی شخصیتوں کا وہ نقشہ بھی کھینچا گیا کہ یہ لوگ پھر اسی بات کے داعی بھی بن کر کھڑے ہوتے ہیں۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ٥ ویسے تو زبان اللہ نے ہر ایک کو دی ہے لیکن اس سے بہتر بات کس کی ہو گی جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور اس کے اپنے عمل بھی درست ہوں اور وہ یہ کہتا ہو کہ میں بھی اللہ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں -

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

pti

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

ضروری نہیں کہ اڈیٹر اور مضمون نگار متفق الرائے ہوں،

سیپارہ

★ —— کیا یہ بھی کوئی یہودی سازش ہے؟ —— ★

اہل اسلام کو بجا طور پر فخر ہے کہ دُنیا میں صرف وہی ایک ایسی ملت سے تعلق رکھتے ہیں جس کے پاس الہامی کتاب چودہ سو برس گزرنے کے بعد بھی اپنی اصل شکل من وعن موجود ہے، اس میں ایک لفظ، ایک حرف ایک شوشہ تک کا نہ اضافہ ہوا ہے، نہ حذف نہ تحریف نہ تبدیل اور اس کی وجہ بھی ان کو معلوم ہے کہ خود رب العٰلمین نے اس کے تحفظ کا وعدہ فرمایا ہے (الحجر ۹)

جہاں تک متن کتاب کا تعلق ہے یہ دعویٰ سو فیصدی درست ہے اور اسلام کے بدترین دشمن اور موشگاف ناقد بھی اس سلسلے میں کچھ بولنے سے قاصر ہیں۔ لیکن موجودہ شکل میں جب اس کا مقابلہ بالکل ابتدائی نسخوں سے کیا جاتا ہے۔ تو اس میں تین ذیلی اضافے یا تبدیلیاں ضرور نظر آتی ہیں۔ اوّل تو اعراب ہیں جن کا اضافہ اس وقت ضروری محسوس ہوا جب یہ صحیفہ مبارک اُن لوگوں تک پہنچا جن کی مادری زبان (ہماری طرح) عربی نہ تھی اور جو اس رمز سے ناواقف تھے کہ اعراب کی تبدیلی سے معنی بدل جاتے ہیں، مثلاً اَنَا اور اِنَّا یا ثَمَّ ثُمَّ وغیرہ۔ اس ضرورت کو سب سے پہلے حجاج بن یوسف ثقفی نے محسوس کیا اور اس کے حکم سے یہ اجتہاد عمل میں آیا۔

لیکن اس وقت کے علماء نے اس کی بھی مخالفت کی اور قبول بھی کیا تو بادلِ ناخواستہ، حالانکہ وہ اسکی افادیت کو پوری طرح سمجھتے تھے۔ امام مالکؒ نے معرب

نسخوں کا استعمال صرف مبتدیوں، طالب علموں اور غیر زبان دانوں تک محدود رکھا اور اُن کے معاصرین و مقلدین نے اس حد تک اہتمام کیا کہ اصل متن اور اعراب میں تفریق کرنے کے واسطے یہ اصول وضع کیا کہ قرآن کی عبادت تو سیاہ روشنائی سے لکھی جائے لیکن اعراب سُرخ قلم سے لگائے جائیں، چنانچہ آج بھی آپ کو مصحف پاک کی نمائشوں میں ایسے نسخے نظر آجائیں گے - جن میں یہ تفریق روا رکھی گئی ہے -

دوسرا حاشیائی اضافہ دور عباسیہ میں رکوعات کی تقسیم تھی - وہ یہ کہ علما نے محسوس کیا کہ چھوٹی سورتوں میں تو ایک ہی مضمون بیان ہوا ہے، وہ آسانی سے بیک وقت پڑھی بھی جاسکتی ہیں اور ان کا سمجھنا سمجھانا بھی آسان ہے، لیکن طویل بلکہ متوسط سورتوں تک میں مختلف نوعیت کے بیان آتے ہیں اور ایک مضمون کے اختتام اور دوسرے کی شروعات کے درمیان کوئی حدِ فاصل نہیں - اگر اُن کو کسی نوعیت سے جدا کر دیا جائے تو اُن کی قرأت اور تفہیم دونوں آسان ہو جائیں گی - چنانچہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس اِحداث کو بھی قبولیتِ عام حاصل ہوئی اور آج اسلامی دنیا کے کسی خطہ میں اس پر اعتراض یا شبہ کا اظہار نہیں کیا جاتا -

تیسری ترمیم قرآن کو تیس سیپاروں یا ٹکڑوں میں منقسم کرنا ہے اور موجودہ مضمون میں اسی پر بحث کی گئی ہے - اس ضمن میں پانچ سوالات پیدا ہوتے ہیں - پہلا سوال جو ہر اہل فکر کی نظر میں کھٹکتا ہے - یہ ہے کہ اس حدّت کا بانی کون ہے، آیا وہ کوئی عالم ہے یا زارِ روس کی طرح کا کوئی خودسر برخود غلط آمر جس نے اپنی رائے کے آگے کسی کی منطق کو قبول نہ کرکے ٹرانس سائبیرین ریلوے کے نقشہ کو بدلکر پوری قوم کو ایک مستقل مصیبت میں مبتلا کر دیا، اسلامی سلطنت میں اوّل تو کوئی ایسی شخصیت کبھی رونما ہی نہیں ہوئی اور اگر ہوتی بھی تو قرآن کے متعلق اسکے فیصلے پر ملت کی طرف سے اگر عوام نہیں تو عالم دین ضرور احتجاج اور اعتراض کرتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بات بھی ظہور میں نہیں آئی - رہ گئے عالم دین تو اُن سے اس

قسم کی تقسیم جیسے کہ سیپاروں کی گئی ہے مطلقاً خارج از بحث ہے (تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیے گا) میں نے مشرق وسطیٰ کے سفر میں اکثر علماء سے اس سلسلے میں گفتگو کی لیکن کوئی نہ بتا سکا کہ اس جدّت کا بانی کون تھا نہ کہ پاروں کی تقسیم کن خطوط کو مدّنظر رکھکر کی گئی ہے - اکثر نے تو یہ کہکر ٹالدیا کہ یہ ایک فروعی شے ہے - کچھ نے کہا کہ ہم مغربی (یعنی شمالی افریقہ کے مغربی ممالک) اس کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ انہیں اصولوں پر قائم ہیں جو حضور صلعم کے زمانے سے مسلسل چلی آرہی ہیں اور جن سے ہر کہ و مہ بخوبی واقف ہے - یعنی پہلی اکائی آیۃ ہے جس کا تعیّن خود آپ نے فرمایا تھا - ان میں سے بعض بہت چھوٹی ہیں - جو صرف دو یا تین حروف پر مشتمل ہیں اور بعض پورے ایک رکوع پر حاوی ہیں (جیسے سورۃ مزمل کا دوسرا رکوع) - ان میں سے بعض کے مخصوص نام بھی ہیں مثلاً آیۃ الکرسی یا آیۃ کریمۃ خود اللہ تعالےٰ نے سورہ فاتحہ کو سورہ حجر میں سات آیتوں سے تعبیر فرمایا ہے اس کے آگے دوسری تقسیم سورتوں کی ہے - یہ بھی منجانب اللہ ہے - چنانچہ کفار کو چیلنج کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو اس جیسی دس سورتیں ہی وضع کر لو یا پھر سورۂ یونس اور سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا کہ چلو یہ بھی نہ سہی تو" اس کے مثل ایک ہی سورۃ لے آؤ" پھر تلاوتِ کلام پاک کے واسطے حضورؐ ہی کے زمانے میں منزلوں کا تعیّن ہوا، جنکی تعداد سات ہے - تاکہ ایک ہفتہ میں مصحف مبارک کی تلاوت مکمل ہو جائے - آیتوں کی تصریح تو اس گول نشان سے ہو جاتی ہے جو متن کلام ہی کا ایک حصّہ ہے اور سورتوں کا تعین اُن کے شروع میں بسم اللہ . . . سے بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے - لیکن امتداد زمانہ کے ہاتھوں جب افراط و تفریط کے باعث بعض لوگوں نے تو حصول ثواب کی خاطر یا جذبات سے مغلوب ہو کر کلام پاک کو ایک یا دو دن میں ختم کرنے کی ٹھانی اور بعض دنیاوی مصروفیات اور مکروہات کے تحت تلاوت کے واسطے اتنا وقت نہ نکال سکے کہ ایک روز میں منزل پوری کر لیں تو دشواری پیش آنے لگی کہ بڑی سورۃ کو درمیان میں کس جگہ چھوڑا جائے - اب ایک یا ایک سے زیادہ دماغوں کی ضرورت تھی جو اس مسئلہ کو حل کرے - اس گتھی کو اس طرح سلجھایا گیا کہ مصحف پاک

کے تیس جزو مقرر کر لیے جائیں - تاکہ اب ہفتہ میں نہیں بلکہ مہینے میں ایک قرآن ختم کیا جا سکے - یہ بات بظاہر بڑی معقول نظر آتی ہے لیکن ساتھ ہی ایک باریک نکتہ بھی ذہن میں خلش پیدا کرتا ہے - وہ یہ ہے کہ اسلامی مہینے کا انحصار رؤیت ہلال پر ہے جو کبھی ۲۹ تاریخ کو ہوتا ہے اور کبھی تیس کو - اس طرح پہلی صورت میں ایک سیپارہ باقی رہ جانا لازمی ہے - برخلاف اس کے کوپرنیکس سے قبل شمسی سال کے تمام مہینے تیس دن کے ہوا کرتے تھے اور ان کے لحاظ سے یہ حساب پوری طرح مکمل ہو جاتا تھا - اس سے ہم کو بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ پاروں کی تقسیم کے پیچھے جو دماغ کام کر رہا تھا وہ عربی نہیں بلکہ عجمی نژاد تھا - اور یہ تقسیم اس وقت عمل میں آئی جب بنو عباس کا دور اقتدار ختم ہو چکا تھا جس میں ایک دو نہیں سینکڑوں یہودی اور عیسائی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر تصنیف و تالیف میں نہ صرف مصروف ہو گئے تھے بلکہ بعض شعبوں میں اپنی جدت طبع کے باعث بڑے نامور گنے جاتے تھے - یہ لوگ گو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے لیکن اُن کے مکتبہ فکر و عمل جدا گانہ تھے - یہودیوں کی قوم تو ہمیشہ کی فتین ہے جس پر قرآن کی شہادت موجود ہے - پھر ہر ذی علم اس امر سے بھی واقف ہے کہ موجودہ عیسائی مذہب، انجیل یا حضرت عیسیٰ کا نہیں بلکہ سینٹ پال کا قائم کردہ ہے جس نے برناباس جیسے معتمد حواری کی مستند انجیل کو رد کر کے اپنی پسند کی چار انجیلوں کو مستند قرار دیا اور اپنے لکھے ہوئے خطوط کو بھی مذہب کا ایک جزو بنا لیا - پال کے متعلق یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ ابتداءً بڑا کٹر یہودی تھا - اور اس نے عیسائیت کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی - لیکن چونکہ صحابہ کرام کی طرح اس زمانہ کے عیسائی بھی مذہب کی خاطر جان، مال، عزت و آبرو قربان کر دینے والے تھے - اس لئے ان کے مقابلہ اس کی کچھ پیش نہ جا سکی بلکہ ردعمل کے طور پر وہ اور زیادہ راسخ العقیدہ بن گئے - اس صورت حال کو دیکھ کر اس نے چولا بدلا - پہلے اصطباغ لیا اور پھر زہد و ورع، رہبانیت اور علمیت کا ایسا ڈھونگ رچایا کہ عیسائی دنیا نے اُسے اپنا ولی اور امام تسلیم کر کے مذہب کا مختار کل بنا دیا اور آج جس قسم کے عقائد ہم کو اس اُمت پر مسلط نظر آتے ہیں وہ سب اسی

یہودی دماغ کے وضع کردہ ہیں۔

مسلمانوں پر بھی یہودیوں نے ابتداء ہی سے طرح طرح کے وار کرنے شروع کر دیئے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے تو حضور کے مدینہ پہنچتے ہی وہاں کے عربوں میں اپنے رسوخ اور پیسہ کی بنا پر منافقوں کا ایک ایسا گروہ تیار کر دیا جو اپنے آپ کو ظاہر تو مسلمان کرتا تھا لیکن دراصل ان کے اشاروں پر چلتا تھا۔ قرآن خود اس امر کا شاہد ہے کہ ان کے سکھائے ہوئے کچھ لوگ صبح کو اسلام قبول کرتے اور رات کو مرتد ہو جاتے تھے مقصد یہ تھا کہ ایک طرف تو خود اُن کی ہوا خیزی ہو اور دوسری جانب خود مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہوں اور اسلام کی طرف سے اُن کے عقائد متزلزل ہو جائیں۔ اُن کی یہ کیا دیاں خدا معلوم کیا رنگ لائیں لیکن وحی الٰہی نے اُن کی تمام عیاریوں کو روزِ روشن کی طرح نمایاں کر دیا اور یہودی اپنے مقصد میں اس وقت کامیاب نہ ہو سکے۔

لیکن اسلام کے خلاف اُن کی تگ و دَو برابر جاری رہی اور وہ درپردہ فتنہ کھڑے کرتے رہے جس سے تاریخدان بخوبی واقف ہیں۔ حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں ان کو کھل کھیلنے کا موقع نہ مل سکا مگر حضرت عثمانؓ کے دور میں عبداللہ بن سبا نے جو ایک یمنی یہودی تھا مصریوں کو خلیفہ وقت کے خلاف بھڑکایا اور انہیں شہید کرا کے ایک ایسا فتنہ کھڑا کر دیا جس نے بالآخر خلافت راشدہ کا خاتمہ کر کے ملوکیت کی بنیاد رکھ دی (المقریزی)۔ پھر اس نے بقول طبری "صحابہ کرامؓ میں افتراق پیدا کر کے ایک نئے فرقہ کی بنیاد ڈالی اور مسلم قوم کو مستقل طور دو متصادم حصوں میں منقسم کر کے ان کے درمیان منافرت کے بیج بو دیئے"۔

ان حالات کے تحت گمان غالب یہی ہے کہ اس تقسیم کے پیچھے بھی یہودی ہاتھ کام کر رہا تھا۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تقسیم کس زمانہ میں عمل پذیر ہوئی۔ اس کے لئے ہمیں اندرونی اور بیرونی دونوں شہادتوں پر نظر ڈالنی ہو گی جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں انہیں بعض پاروں کو شروع کرتے ہوئے بڑی کوفت محسوس ہوتی ہے کیونکہ بعض اوقات سپارہ اس طرح ختم ہوتا ہے کہ بات جو چل رہی

ہے ادھوری رہ جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی اہل زبان نے ان کو ترتیب دیا ہوتا تو وہ ہرگز ایسی صریح غلطی نہ کرتا اور سپارہ کو کسی معقول مقام پر ختم کرتا۔ دوسری جانب جو شے واضح طور پر نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ چھٹی صدی سے قبل کا کوئی مصحف پاک ایسا نظر نہیں آتا جس میں قرآن کو مروّجہ پاروں یا اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "یہ کارنامہ" اس دور میں سرانجام دیا گیا جب خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اسلامی تہذیب و ثقافت کا کوئی مرکز باقی نہ رہا تھا۔ عرب سیاسی طور پر پس پشت جا پڑے تھے اور ایران میں جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہو گئیں تھیں جو آپس میں دست و گریبان رہتی تھیں اور بعض اوقات طوائف الملوکی سی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ منگولوں کے پے در پے حملوں سے ان علاقوں میں جو افراتفری پیدا ہو گئی تھی اس سے اسلام دشمن عناصر پوری طرح فائدہ حاصل کر رہے تھے۔ عوام کی زبان فارسی تھی اور اُن پر ایرانی کلچر غالب تھا۔ بادشاہ اہل علم کے قدردان ضرور تھے لیکن دَور دورہ دنیاوی اور مادی علوم کا تھا۔ ان کمزوریوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے کسی ایک شخص یا جماعت نے ام الکتاب کو پاروں میں تقسیم کر دیا۔

تیسرا سوال یہ اٹھایا جا سکتا ہے کہ جمہور مسلمانوں نے اس کو قبول کیوں کر لیا۔ اس کی ایک نہیں بہت سی وجوہات ممکن ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مادری زبان نہ ہونے کے باعث ایک عام عجمی قرآن کے مطالب سے اسی قدر دُور ہو گیا تھا جیسے آج ہم مسلمان ہیں اور اُسے پتہ ہی نہ چل سکا کہ کتاب اللہ کے ساتھ کیا زیادتی ہو رہی ہے۔ دوسرے سیاسی حالات کی بوقلمی نے لوگوں کی توجہ دوسری طرف مبذول کر رکھی تھی تیسرے اس وقت تک زمانہ اُن علمائے دین سے تہی دست ہو چکا تھا جو حقانیت کی خاطر پشت پر کوڑے کھاتے اور قید و بند کی صعوبتوں کو بخوشی برداشت کرتے تھے لیکن اُن کی زبانیں جھوٹوں بھی زہر ہلاہل کو قند کہنے پر آمادہ نہ ہو سکتی تھیں۔ علما کا کام اب محراب و منبر تک محدود اور نظریں خلعت و جاگیر پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھیں۔ ان کو اوّل تو علم ہی نہ ہو سکا کہ معاندین قرآن کے ساتھ کیا کاروائی کر رہے ہیں اور اگر کسی نے ان کو توجہ اس طرف مبذول کرائی

بھی ہو تو ہمارے سامنے کوئی ایک مثال بھی ایسی موجود نہیں کہ کسی نے اس پر احتجاج یا اعتراض کیا ہو۔

چوتھا اور نسبتاً اہم سوال یہ ہے کہ پاروں کی تقسیم کس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔ اس پر اگر نظر ڈالیے تو اندازہ ہو جائے گا کہ صرف ایک "بے اصولی اصول" ہے جو ابتداء سے انتہا تک کام کر رہا ہے۔ مشتے از خروارے چند مثالیں پیش خدمت ہیں :-

(۱) مثلاً ساتواں پارہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ "وہ جب کلام پاک سُنتے ہیں جو رسُول کی طرف نازل ہوا ہے تو آپ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں" آپ کے دل میں معًا سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کن لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے اور جبتک آپ چھٹے پارہ کی آخری آیتہ نہ پڑھیں پتہ ہی نہ چل سکے گا کہ یہ اہل نصارٰی کے رُہبان اور قسیسین کا تذکرہ ہے۔

(۲) اسی طرح آٹھویں پارہ کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ "اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے بھی نازل کرتے اور مردے بھی اُن سے باتیں کرتے ... تو بھی وہ ایمان نہ لاتے" یہ سب باتیں کس کے متعلق کہی جا رہی ہیں اس کے لئے آپ کو ساتویں پارہ کے آخری رکوع پر نظر ڈالنی ہو گی۔

(۳) نویں پارہ کے شروع میں سیاق وسباق کا فقدان اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ حضرت شعیبؑ اپنی قوم سے خطاب فرما رہے ہیں جس کا تذکرہ آٹھویں پارہ میں ہوتا ہے اور قوم کا جواب نویں پارہ کی ابتدائی آیات میں ملتا ہے۔

(۴) یہی حال گیارہویں پارہ کا ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے "اور جب تم ان کے پاس لوٹ کر آؤ گے تو وہ معذرت کریں گے۔ کون؟ اور کیوں؟ اس کا جواب پچھلے پارہ میں ملے گا۔

(۵) بارہویں پارہ میں شاہ مصر اور حضرت یوسفؑ کے مابین گفتگو ہو رہی ہے۔ حضرت یوسفؑ کی بات ختم نہیں ہوئی مگر پارہ ختم ہو جاتا ہے، اس کی تکمیل کے واسطے تیرہویں پارہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

(۶) تیرہویں پارہ کو دیکھئے تو وہاں دوسرے ہی قسم کی بوقلمی نظر آتی

اس کے آخر میں سُورہ الحجر کی صرف ایک آیتہ ہے اور باقی کل سورۃ چودھویں پارہ میں ہے ۔کونسا قہر ٹوٹ پڑتا اگر اس ایک آیتہ کو بھی چودھویں پارہ میں منتقل کر دیا جاتا ۔

(۷) اس طرح پندرھویں پارہ کے اختتام پر نظر ڈالئے ۔حضرت موسٰیؑ اور حضرت خضرؑ (۹) کی گفتگو ہو رہی ہے ۔حضرت موسٰیؑ لڑکے کے قتل پر اعتراض کرتے ہیں ۔لیکن حضرت خضر کی طرف سے اس کا جواب سولہویں پارہ میں ملتا ہے۔

یہ سات مثالیں صرف پہلے پندرہ پاروں سے اخذ ہیں ۔لیکن انتہا تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے سورہ یٰسین کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ یہ قرآن شریف کا دل ہے لیکن سپاروں کے موجد نے اس کا بھی کوئی احترام نہ کیا اور نہایت بیدردی سے اس کا بھی اس طرح آپریشن کر دیا کہ مرد مومن کی تقدیر کے ابتدائی دو فقرے تو بائیسویں پارہ میں رہ گئے اور بقیہ حصّہ تیئسویں پارہ کی زینت بن گیا ۔

بادی النظر میں یہ تقسیم کچھ ایسی نظر آتی ہے جیسے کوئی ناخواندہ دفتری، جزو بند یا جلد ساز اس کام کو سرانجام دے رہا ہو، اُسے مطلب و معانی سے، سیاق و سباق سے کوئی غرض نہیں اُس نے تو مصحف پاک کا کوئی نسخہ اُٹھا کر اسکے صفحات کو تیس برابر حصّوں کی ڈھیریاں لگائیں اور اُن کی جزو بندی کر دی ۔ لیکن غور کرنے کی بات ہے ۔کہ ام الکتاب کے ساتھ اتنی بڑی جرأت کوئی ایسی بات تھی جو چٹکی بجاتے ہوگئی اور دُنیائے اسلام میں کسی نے اس کا نوٹس نہیں لیا بلکہ بے چون وچرا تسلیم کر لیا ۔ ہرگز نہیں اس کے پس پشت ایک بہت بڑی سازش تھی جس کا نہایت گہرا مقصد تھا اور اس سلسلہ کا آخری سوال یہی ہے کہ وہ مقصد کیا تھا ۔اور میں کسی وجہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ سب اہل یہود کا کیا دھرا ہے ۔

قرآن نے یہودیوں کو اُن کی مختلف بداعمالیوں پر ملعون و متہم کیا ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے توراۃ کو پارہ پارہ کر دیا ۔اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے (الحجر آیتہ ۹۰-۹۱) اور اس سلسلہ میں اُن کے اوپر عذاب کا بھی ذکر

کیا گیا ہے - اہل یہود ہر زمانہ میں عربی کے بہت بڑے عالم رہے ہیں حتیٰ کہ آج بھی یہی کیفیت ہے - ظاہر ہے کہ یہ آیتہ اُن کے دلوں میں کھٹکتی رہی ہوگی اور وہ اس تاک میں رہے ہوں گے کب اس الزام کو خود مسلمانوں پر چسپاں کر دیں - تاکہ پھر انہیں اعتراض کا موقع ہی باقی نہ رہے - چنانچہ جب انہوں نے دیکھا کہ اہلِ اسلام قرآن کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے - انہوں نے اُسے سمجھکر پڑھنا چھوڑ دیا، اس کے مطالب و معانی سے بالکل بے بہرہ ہو گئے تو انہیں اس کا موقع ہاتھ آگیا کہ قرآن کو بھی اسی طرح پارہ پارہ کر دیں جیسے ان کے آبا و اجداد نے توراہ کے ٹکڑے کر دیئے تھے تاکہ دونوں ایک ہی سطح پر آجائیں - چنانچہ کلکتہ یونیورسٹی کے یہودی پروفیسر اسلامیات ڈاکٹر ذکرایا سے یہ بات منسوب ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ مسلمانوں نے بھی بالآخر وہی کیا جو یہودی کرتے چلے آئے تھے -

پارہ کا رواج اب ہم لوگوں میں اتنا عام ہو گیا ہے کہ اس کے خلاف اگر کوئی آواز اُٹھائی جائے یا اقدام کیا جائے تو ناواقف عوام سخت احتجاج کرنے لگتے ہیں - چنانچہ کراچی کی ایک معروف مسجد کا واقعہ ہے کہ مصر کے ایک حافظ وہاں وہاں قیام پذیر تھے جو بڑے خوش الحان بھی تھے - رمضان شروع ہوا تو لوگوں نے درخواست کی کہ تراویح میں وہی امامت فرمائیں - بدقسمتی سے وہ ہماری روایات سے ناواقف تھے، اس لئے پہلے روز انہوں نے سورہ بقرہ ختم کر دی - مقتدیوں نے اعتراض کیا کہ آپ کو سوا یا ڈیڑھ پارہ پڑھنا چاہیئے تھا - انہوں نے بڑی معصومیت سے دریافت کیا کہ یہ کیا شے ہوتی ہے اور جب انہیں اس پیمانہ کا علم ہوا تو کانوں پر ہاتھ رکھکر نعوذ باللہ کہا اور مسجد سے رخصت ہو گئے -

لیکن مقتدیوں کا ردعمل کیا ہوا؟ کہنے لگے اچھا ہوا چلا گیا کوئی وہابی تھا - اب ہمارا مولوی قاعدہ سے پڑھے گا -

چیست یارانِ طریقت بعد ازاں تدبیر ما؟

۲۱، نومبر ۸۱ء

احمدالدین مارہروی
۱۱ ای ۱۱/۱۲ ناظم آباد نمبر ۲، کراچی

فہم قرآن

اور

خصوصاً قرآن کے منضبط اور مربوط مطالعے کے ضمن میں

ڈاکٹر اسرار احمد

کی نشری (ریڈیو) تقاریر پر مبنی ایک اہم تصنیف

قرآن مجید کی سورتوں کا اجمالی تجزیہ

سورۃ الفاتحہ تا سورۃ الکہف

ضرور مطالعہ کیجئے

(کتاب کا دوسرا ایڈیشن حال ہی میں چھپ کر آیا ہے)

اعلیٰ سفید کاغذ، عمدہ کتابت اور دیدہ زیب طباعت

ھدیہ : ۸ روپے

سلسلہ تقاریر "رسولِ کامل، صلی اللہ علیہ وسلم" ۵

مکّی دور ۔ دعوت، تربیت اور تنظیم

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ

اس سے قبل یہ بات سامنے آچکی ہے کہ نبی اکرمؐ کی بعثت کی امتیازی شان ہے ۔ غلبۂ دینِ حق ۔ یعنی اس دینِ حق کو بالفعل قائم، غالب اور نافذ کرنا جو آپؐ دے کر بھیجے گئے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس کے لئے ایک مکمل انقلابی جدوجہد درکار ہے ۔ چنانچہ آپؐ کی سیرتِ مطہرہ میں ہمیں وہ تمام مراحل نظر آتے ہیں جو کسی بھی انقلابی جدوجہد میں پیش آنے لازمی ہیں ۔ یہی بات ہے جو سورۃ المدثر میں نہایت سادہ الفاظ میں فرمائی گئی ہے ۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ

"اے محمدؐ! اپنے ربّ کی کبریائی کا اعلان کرو ۔ اور اسے بالفعل قائم اور نافذ کرو"

اس انقلابی جدوجہد میں ظاہر بات ہے کہ پہلا مرحلہ جو ہمیں آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے مکّی دور میں نظر آتا ہے ۔ وہ مشتمل ہے دعوت و تبلیغ اور تزکیے اور تنظیم پر ۔ ظاہر بات ہے کہ جہاں تک تنظیم کا تعلق ہے اس کی بنیاد تھی لا اِلٰہ الّا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان اور آپؐ کی بے چون وچرا اطاعت اور آپؐ سے بہ دل وجان محبّت ۔ یہی وہ چیز ہے جس نے آپؐ پر ایمان لانے والوں کو ایک بنیانِ مرصوص بنا دیا ۔ ایک ایسی طاقت اور ایک ایسی قوت کہ جو حضورؐ کے اشاروں پر حرکت کرتی تھی ۔ آپؐ کے چشم وابرو کے اشارے پر صحابہ کرامؓ اپنا تن من دھن سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے ہر دم آمادہ رہتے تھے ۔ البتہ جہاں تک دعوت یا تبلیغ کا تعلق ہے اس کے ضمن میں سب سے پہلے تو یہ بات

پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ اس کا مرکز و محور اور اس کا منبع اور اس کا مدار قرآنِ حکیم ہے۔ دعوت ہو یا تبلیغ، اِنذار ہو یا تبشیر، نصیحت ہو یا موعظت، یہاں تک کہ تربیت ہو یا تزکیہ — ان سب کی اساس اور ان سب کی بنیاد قرآنِ مجید پر ہے۔ یہ بات قرآنِ حکیم میں چار مقامات پر آئی ہے۔ نبی اکرمؐ کا جو منہجِ عمل ہے جو آپ کا طریقہ کار ہے اُسکی بنیاد ہے۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ ۚ

"(ہمارا یہ رسولؐ) اُن پر اُس (یعنی اللہ) کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب یعنی احکام الٰہی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے"۔

اِسی حقیقت کو مولانا حالی نے نہایت سادہ الفاظ میں یوں ادا فرمایا ؎

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
صلّی اللہ علیہ وسلّم

پس یہ بات سامنے رہنی چاہیئے کہ اگرچہ اس دعوت کا ہدف اور مقصود، تکبیرِ رب ہے یا اعلائے کلمۃُ اللہ ہے یا اظہارِ دینِ حق ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

"وہی اللہ ہے جس نے بھیجا اپنا رسول۔ الہُدیٰ اور دینِ حق دے کر تاکہ وہ (رسول) اس کو ہر جنسِ دین پر پورا کا پورا غالب کر دے"۔

— لیکن اس کا نقطۂ آغاز ہے "اِنذار" یعنی خبردار کرنا، آگاہ کرنا — وقوعِ قیامت سے خبردار کرنا۔ جزا و سزائے اُخروی سے خبردار کرنا۔ یہ خبردار (WARN) کرنا یہ 'اِنذار'، دعوتِ نبوی کا نقطۂ آغاز ہے اور یہ بات جان لینی چاہیئے کہ نبی اکرمؐ کے نقشِ قدم پر اگر کبھی کوئی دعوت اُٹھانی اور برپا کرنی مقصود ہو تو اُس کا نقطۂ آغاز بھی 'اِنذار' ہی ہوگا۔ پھر یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اس دعوت کے ضمن میں ہمیں نبی اکرمؐ

کی سیرتِ مطہرہ میں ایک نہایت فطری اور حکیمانہ تدریج نظر آتی ہے - یہ دعوت الا قرب فالا قرب کے اصول پر آگے بڑھتی ہے -اس کا آغاز گھر سے ہوا۔ آپؐ پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں - رضی اللہ تعالیٰ عنہا - آپؐ کی زوجہ محترمہ کے بعد آپؐ کے چچا زاد بھائی ہیں جو آپؐ کے زیرِ کفالت بھی ہیں اور زیرِ تربیت بھی یعنی حضرت علیؓ- پھر آپؐ کے انتہائی گہرے دوست ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور پھر آپؐ کے وہ غلام ہیں کہ جنہیں آپؐ نے آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ یعنی حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں سے دعوت آگے بڑھی کنبے اور قبیلے کی طرف ــــ پھر جب تک کہ آپؐ اہل مکہ سے مایوس نہیں ہو گئے آپؐ نے اپنی پوری دعوتی سرگرمی مکے ہی تک محدود رکھی ــ مکے والوں سے مایوس ہو کر ۱۰ نبوی میں آپؐ نے طائف کا سفر کیا لیکن وہ بھی دولتِ اسلام سے محروم رہے - پھر جب مکے والوں کی مخالفت کی بنا پر آپ کو ہجرت کرنا پڑی تب بھی چھ سال کے عرصہ تک، جب تک کہ اہلِ عرب نے آپؐ کی حیثیت کو تسلیم نہ کر لیا ، صلح حدیبیہ کی شکل میں، آپؐ نے اپنی تمام تر توجہات اندرونِ ملک عرب میں ہی مرتکز رکھیں - صلح حدیبیہ کے بعد آپؐ نے بیرونِ ملک دعوت کا آغاز فرمایا ــ یہ ہے تدریج جو بالکل فطری ہے -اور نہایت حکیمانہ ہے آخری بات اس ضمن میں یہ بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ دعوت و تبلیغ کے ضمن میں نبی اکرمؐ نے وہ تمام وسائل اختیار فرمائے جو اس وقت موجود تھے - چنانچہ جب آپکو حکم ہوا کہ :-

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ط

"اور (اے نبیؐ) ، خبردار کیجئے اپنے قبیلے اور قرابت داروں کو"

تو آپؐ نے دو دفعہ دعوتِ طعام کا اہتمام فرمایا، اور وہاں اپنی دعوت پیش کی اگرچہ بظاہر احوال اور ہمارے دنیوی معیارات کے اعتبار سے یہ دونوں کوششیں ناکام رہیں ــ بعد میں جب اسی طریقے سے بذریعۂ وحی آپ کو حکم ہوا۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ

"(اے نبیؐ) پس آپ علی الاعلان دعوت دیجئے اس بات کی جس کا آپؐ کو حکم دیا گیا ہے"

اب ڈنکے کی چوٹ وہ بات کہیۓ جس کے لئے آپ مامُور ہوۓ ہیں تو آپؐ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر وہی نعرہ بلند کیا جس کا عرب میں رواج تھا واصباحا ! ہاۓ وہ صُبح جو آنیوالی ہے ۔ جس پر لوگ جمع ہو گئے اور آپ نے جب انہیں عذابِ آخرت سے خبردار کیا تو آپؐ کا سگا تایا ابولہب مجمع میں سے بولتا ہے ۔

تَبًّا لَّكَ، اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا ؟

معاذ اللہ ۔ نقلِ کفر، کفر نباشد ۔ اے محمدؐ تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں کیا تم نے ہمیں اس کام کے لئے جمع کیا تھا ۔ اس پر سورۃ اللھب نازل ہوئی جس کی پہلی آیت ہے ۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝

"اصل میں تو ہاتھ ٹوٹ گئے ابولہب کے اور ہلاک و برباد ہو گیا وُہ خود"

یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ابتدا تو اگرچہ آں حضورؐ نے خود فرمائی دعوت و تبلیغ کے میدان میں لیکن جو لوگ آپؐ پر ایمان لاۓ اُن میں سے ہر شخص اپنی جگہ پر ایک داعیٔ حق بن گیا ۔ ان میں نمایاں ترین مقام ہے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ۔ آپؐ پر ایمان لانے کے بعد وُہ خود مجسّم داعی بن گئے وُہ خود مبلّغ بن گئے چنانچہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ صحابہ کرامؓ میں جو چوٹی کے دس صحابہؓ ہیں جنہیں ہم عشرہ مبشّرہ کے نام سے جانتے ہیں اُن میں سے چھ وُہ ہیں جو حضرت ابوبکر صدّیقؓ کی دعوت و تبلیغ پر ایمان لاۓ ۔ اُن میں حضرت عثمان بھی ہیں ۔ اُن میں حضرت عبدالرحمٰن ابنِ عوف بھی ہیں ۔ اُن میں حضرت طلحہ بھی ہیں ۔ حضرت زبیر بھی ہیں ۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص بھی ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہم وارضاھم ۔

دعوت کے اس عمل پر جو ردِّ عمل کفّار کی طرف سے اور سردارانِ قریش کی جانب سے ظاہر ہُوا ، اُس میں بھی ہمیں ایک عجیب ترتیب نظر آتی ہے ۔ وہی ترتیب جو ہمیشہ کسی انقلابی دعوت کے خلاف ردِّ عمل میں ظاہر ہونی ضروری ہے ۔ چنانچہ فوری ردِّ عمل جو ابتدا میں ظاہر ہُوا وُہ استہزا اور تمسخر کا تھا ۔ گویا کہ چٹکیوں میں بات اُڑانے کی کوشش کی گئی حضُورؐ کو مجنُون قرار دیا گیا ، آپ پر معاذ اللہ پاگل پن کی پھبتی چُست کی گئی ۔ کہا گیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خلل دماغی کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے یا شاید کسی آسیب کا اثر ہو گیا ہے ۔ یہ کچھ بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہیں اچھے

بھلے آدمی بھے نہ معلوم کیا ہُوا۔ (نقل کفر، کفر نہ باشد) نبی اکرمؐ جب یہ باتیں سنتے تھے اور آپؐ کے قلبِ مبارک پر رنج واندوہ کی کیفیت طاری ہوتی تھی، تو وحیِ خداوندی تسلّی وتشفّی ودلجوئی کے لئے نازل ہوتی تھی۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝

"ن۔ قسم ہے قلم کی اور اُس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔ (اے نبی) آپ اپنے ربّ کے فضل سے مجنون نہیں ہیں اور یقیناً آپ کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ اور بے شک آپ اعلیٰ اخلاق کے مرتبے پر فائز ہیں۔"

اس کے بعد جب بات آگے بڑھی قریش نے یہ دیکھا کہ جسے ہم ایک مشتِ غبار سمجھے تھے وہ تو ایک بہت بڑی آندھی کی صورت اختیار کر رہی ہے۔ ہمارے اقتدار، ہمارے سیادت، ہماری دیرینہ روایات، ہمارے تہذیب وتمدن اور ہمارے عقائد ومذہب کے خلاف ایک بہت بڑی انقلابی جدوجہد کا آغاز ہو چکا ہے۔ گویا کہ علّامہ اقبال کے الفاظ میں اُنہوں نے دیکھا کہ : ع

"نظامِ کہنہ کے پاسبانو! یہ معرضِ انقلاب میں ہے"!!

تو اب پھر وہی ردّعمل ظاہر ہوا جو ہمیشہ ظاہر ہوتا ہے یعنی تشدّد بہیمانہ تشدّد۔ شدید (PERSECUTION) اور ظاہر بات ہے کہ اس کا سب سے بڑا حصّہ انہی صحابہؓ کے حصّے میں آیا جو کہ غلاموں کے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ جن کا کوئی حمایتی نہیں تھا۔ جن کی طرف سے کوئی بولنے والا نہیں تھا۔ حضرت بلالؓ حضرت خبّاب بن الارتؓ حضرت لُبَیبہؓ، آلِ یاسر رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ ان سب پر جو کچھ بیتی ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ تاریخ کے بڑے انمٹ نقوش ہیں، اور اُنہوں نے جس طرح صبر اور استقامت کے ساتھ جس پامردی کے ساتھ ان تمام مصائب کو جھیلا ہے اور ایمان پر ثابت قدم رہے ہیں وہ بھی تاریخِ دعوت وعزیمت کے نہایت اہم نشاناتِ راہ ہیں۔ تیسرا ردِعمل اُس وقت سامنے آتا ہے جب یہ محسوس کر لیا گیا کہ ہمارے یہ تمام حربے ناکام ہو چکے۔ کسی ایک شخص کو بھی ہم

ایمان سے واپس کفر میں نہیں لا سکے ہمارا یہ سارا تشدّد ناکام ہو چکا تو پھر تیسرا حربہ آزمایا گیا۔ یہ حربہ ہے مصالحانہ پیش کشوں کا۔ یہ جال ہے لالچ کا۔ چنانچہ ابن ربیعہ قریش کی طرف سے نمائندہ بن کر حضورؐ کی خدمت میں آتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ اے محمدؐ اگر تم بادشاہت کے خواب دیکھ رہے ہو تو اگرچہ ہم اس مزاج کے نہیں ہیں کہ کسی کو بادشاہ مان سکیں۔ لیکن تمہیں ہم اپنا بادشاہ بھی تسلیم کر لیں گے۔ اگر تمہیں دولت چاہیئے تو ذرا اشارہ کرو، قدموں میں دولت کے انبار لگا دیئے جائیں گے۔ کہیں شادی کرنے کی خواہش ہو تو صرف اشارہ کرنے کی ضرورت ہوگی۔ جس گھرانے میں کہو تمہارے شادی کرادی جائے گی۔ لیکن بہرحال تم اس کام سے باز آجاؤ۔ جس نے قریش کے اندر تفرقہ برپا کر دیا ہے۔ اس کا جواب دیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تاریخ عزیمت میں آب زر سے لکھے جانیکے قابل ہے۔

"اگر تم لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور ایک ہاتھ میں چاند رکھ دو تب بھی میں اس کام سے باز نہیں آ سکتا۔ جس پر میں اپنے ربّ کی جانب سے مامور ہوا ہوں"

نتیجہ یہ نکلا کہ وہ وقت بھی آیا کہ آخری الٹی میٹم دیا گیا اور ایک وفد ابوطالب کے پاس آتا ہے جو حضورؐ کی پشت پناہی کئے چلے جا رہے ہیں اور انہی کی وساطت سے بنی ہاشم کا پورا خاندان گویا نبی اکرمؐ کی پشت پر تھا۔ قریش کی طرف سے اُنہیں الٹی میٹم ملتا ہے کہ اے ابوطالب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اب دو ہی راستے ہیں یا محمدؐ کی حمایت سے دست کش ہو جاؤ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور یا پھر میدان میں آؤ۔ اور مقابلہ کرو۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ ابوطالب کی ہمت بھی جواب دے گئی۔ انہوں نے حضورؐ کو بلایا اور یہ کہا کہ بھتیجے مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ جسے میں برداشت نہ کر سکوں۔ اور یہی وہ واحد موقع نظر آتا ہے جب حضورؐ کی آنکھوں میں نمی آگئی۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ لیکن آپ نے بات وہی کہی جو عزیمت کا تقاضا تھا۔

"چچا جان اب یا تو یہ کام پورا ہو کر رہے گا جو میرے ربّ کی طرف

سے میرے حوالے کیا گیا ہے - اور یا میں اسی میں اپنے آپ کو
ہلاک کر دوں گا۔"

نبی اکرمؐ پر ذاتی اعتبار سے بھی ایذاد آزمائش کے بہت سے مراحل آئے۔ آپؐ پر دست درازی بھی ہوئی، آپؐ کے شانۂ مبارک پر راکھ بھی ڈالی گئی، آپؐ کے راستے میں کانٹے بھی بچھائے گئے، آپؐ کی گردن میں ایک چادر کو بل دیکر اور ایک پھندے کی صورت میں ڈالکر اُس کے دونوں سروں کو کھینچا گیا کہ آپؐ کی آنکھیں اُبل آئیں - ایسا بھی ہُوا کہ آپ سربسجود تھے اپنے خالق کے سامنے اور عین کعبے کی دیوار کے سائے میں اور وہاں عقبہ ابن ابی معیط، ابوجہل کی شہ پر ایک اونٹ کی نجاست بھری اوجھڑی لاکر حضورؐ کے شانۂ مبارک پر رکھ دیتا ہے -- پھر وہ وقت بھی آیا کہ جب یہ تعدّی یہ تشدّد یہ ظلم و ستم انتہائی شدّت کی صورت اختیار کرتا ہے - اور پورے خاندان بنی ہاشم کو نبی اکرمؐ کے ساتھ تین سال تک ایک گھاٹی میں محصور ہوکر گویا کہ ایک طرح کی نظر بندی کی صورت میں بسر کرنے پڑتے ہیں جس کے دوران شدید ترین مقاطعہ ہے، کھانے پینے کی کوئی چیز گھاٹی میں داخل نہیں ہونے دی جارہی - وُہ وقت بھی آیا کہ بنی ہاشم کے بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کے حلق میں ڈالنے کے لئے اس کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا کہ چمڑے کے سوکھے جوتوں کو اُبال کر اُن کا پانی ٹپکا دیا جائے - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے ذاتی ابتلا کا ابھی نکتہ عروج باقی تھا اور یہ نکتہ عروج ۱۰ نبوی میں پہنچ گیا - اس سال اگرچہ شعب بنی ہاشم کی اس نظر بندی سے تو رہائی مل گئی لیکن اللہ تعالےٰ کی طرف سے امتحان و ابتلا اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گئے کہ ایک ہی سال میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بھی انتقال ہوگیا اور ابوطالب کا بھی - گھر میں ایک دلجوئی کرنے والی رفیقہ حیات تھی وہ بھی نہ رہی اور خاندان کی پشت پناہی کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ابوطالب تھے وہ بھی اُٹھ گئے۔ یہ وُہ سال ہے جسے نبی اکرمؐ عام الحزن سے تعبیر فرماتے ہیں یہ رنج اور غم اور اندوہ کا سال ہے -

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سلسلہ تقاریر رسُول کامل صلے اللہ علیہ وسلّم نمبر ۶

مکّی دَور (۲) ابتلاء کی انتہا اور ہجرت مدینہ

اعوذ با للّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۸۰)

"اور (اے نبی) دُعا کرو کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال، سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے مجھے غلبہ عطا فرما اور اس کو میرا مددگار بنا دے۔"

کل ہم نبی اکرمؐ کی حیاتِ طیبہ کے مکّی دَور کے تذکرے کے ضمن میں عام الحزن تک ۔ پہنچ گئے تھے یعنی نبوّت کا دسواں سال جس میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا اور ابو طالب کی وفات ہو گئی نتیجتاً سرداران قریش کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور دارُ لندوہ میں نبی اکرمؐ کے قتل کے مشورے شروع ہو گئے چنانچہ آنحضورؐ نے فطری طور پر اِدھر اُدھر دیکھا کہ مکّے کے سوا کوئی اور جگہ کونسی ہو سکتی ہے جسے آپؐ اپنی دعوت کے لئے مرکز اور BASE کی حیثیت سے استعمال کر سکیں ۔ مکّے سے قریب ترین طائف ہے چنانچہ ایک اُمید لے کر نبی اکرمؐ نے طائف کا سفر اختیار کیا ۔ یہ سفر انتہائی کسمپرسی کے عالم میں ہوا ہے اِس میں حضورؐ کے ساتھ وہ بھی موجود نہیں جو پوری زندگی سائے کی طرح ساتھ رہے ، یعنی ابوبکر صدیقؓ آپؐ کی رفاقت میں صرف آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید ابن حارثہؓ ہیں پھر عام راستہ چھوڑ کر انتہائی دشوار گزار راستہ اختیار کیا گیا ۔ اسلئے کہ اندیشہ تھا کہ کہیں مڈھ بھیڑ نہ ہو ۔ آپؐ طائف پہنچے ۔ وہاں کے تین سرداروں سے ملاقات کی۔ اِس خیال سے کہ اللہ تعالےٰ اگر ان میں سے کسی کو ایمان لانے کی توفیق عطا فرما دے تو

کیا عجب کہ طائف کا یہ شہر اس انقلابی دعوت کا مرکز اور BASE بن جائے۔ لیکن جو صورت حال سامنے آتی ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ بیان کرتے ہوئے بھی دل شق ہوتا ہے۔ اور سننے کے لئے بھی بڑے جگر کی ضرورت ہے۔ تینوں نے اس قدر تمسخر آمیز اور تحقیر آمیز انداز اختیار کیا کہ پچھلے پورے دس سالوں کے دوران محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا معاملہ کبھی پیش نہ آیا تھا۔ نقلِ کفر کفر نہ باشد۔ کسی کہنے والے نے یہ کہا کہ اگر اللہ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ گویا خود کعبے کے پردے چاک کر رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ میں تم سے بات بھی کرنے کے لئے تیار نہیں اس لئے کہ اگر تم سچے ہو اور واقعتاً رسول ہو تو ہو سکتا ہے کہ میں کہیں توہین کا مرتکب ہو جاؤں اور عذاب خداوندی کا میں نوالہ بن جاؤں اور اگر تم جھوٹے ہو تو جھوٹے اس قابل نہیں ہوتے کہ انہیں منہ لگایا جائے۔ کسی نے بڑے ہی تمسخر اور تحقیر کے ساتھ کہا کہ کیا اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور شخص نبوت و رسالت کے لئے نہیں ملتا تھا۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں جب حضورؐ بظاہر احوال مایوس ہو کر لوٹنے لگے تو انہوں نے کچھ غنڈوں کو اشارہ کر دیا۔ اوباش لوگ حضورؐ کے گرد ہو گئے پھر وہ نقشہ جما ہے اس کرۂ ارضی پر کہ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ محبوب ربّ العٰلمین۔ سیّد الاوّلین والآخرین اور آپ کے گرد کچھ اوباش لوگ ہیں۔ جو پتھراؤ کر رہے ہیں۔ تاک تاک کر ٹخنے کی ہڈیوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ تالیاں پیٹی جا رہی ہیں۔ حضورؐ کا جسم مبارک لہولہان ہو گیا ہے، نعلین خون سے بھر گئی ہیں۔ ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضعف کی وجہ سے ذرا بیٹھ گئے تو دو غنڈے آگے بڑھتے ہیں ایک بغل میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ دوسرا دوسری میں اور اٹھا کر کھڑا کر دیتے ہیں کہ چلو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ذاتی اعتبار سے ابتلاء اور امتحان کا نقطۂ عروج ہے — یہ CLIMAX ہے چنانچہ حضورؐ جب واپس آئے تو وہ دعا آپؐ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہے۔ جس کو پڑھتے ہوئے کلیجہ شق ہوتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْا ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَ

هَوَانِي عَلَى النَّاسِ -

"اے اللہ کہاں جاؤں کہاں فریاد کروں - تیری ہی جناب میں فریاد لے کر آیا ہوں - اپنی قوّت کی کمی کا - اپنے ذرائع وسائل کی کمی کا اور لوگوں میں جو یہ رسوائی ہو رہی ہے اس کا"

إِلَىٰ مَن تَكِلُنِي؟ إِلَىٰ بَعِيدٍ يَتَجَهَّمُنِي أَوْ إِلَىٰ عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ أَمْرِي؟

"اے اللہ تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے کیا تو نے میرا معاملہ دشمنوں کے حوالے کر دیا ہے - کہ وہ جو چاہیں میرے ساتھ کر گزریں"

لیکن اس کے ساتھ ہی بارگاہِ خداوندی میں وہ عبدِ کامل عرض کرتا ہے -

إِن لَّمْ يَكُنْ عَلَيَّ غَضَبُكَ فَلَا أُبَالِي -

"پروردگار اگر تیری رضا یہی ہے اگر تو ناراض نہیں ہے تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں"

ع سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ

"پروردگار میں تو تیرے ہی رُوئے انور کی ضیاء کی پناہ میں آتا ہوں"

یہ ہے وہ دُعا جس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ :- ع اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ فوراً ملک الجبال حاضر ہوتا ہے وہ فرشتہ کہ جو پہاڑوں پر مامور ہے - اور وہ عرض کرتا ہے کہ حضورؐ! اللہ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ حکم دیں تو میں ان پہاڑوں کو ٹکرا دوں جن کے مابین وادی میں یہ طائف کا شہر واقع ہوا ہے - تاکہ اس کے رہنے والے پس کر سُرمہ بن جائیں - اس پر وہ رحمۃ اللعٰلمینؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں لوگوں کے عذاب کے لئے نہیں بھیجا گیا"

اگرچہ یہ لوگ مجھ پر ایمان نہیں لا رہے لیکن کیا عجب! ان کی آئندہ نسلوں

کو اللہ تعالےٰ ایمان کی توفیق عطا فرمائے" اور ہمارے لئے یہ بات بڑی قابلِ توجہ ہے کہ سرزمین پاک و ہند پر اسلام کی ہدایت کا سورج جو پہلی مرتبہ طلوع ہوا تو اُس کے لانے والے محمد بن قاسم تھے رحمۃ اللہ علیہ جو ثقفی تھے بنو ثقیف کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جو طائف ہی کا ایک قبیلہ تھا ۔ بہرحال نبی اکرمؐ کی حیاتِ طیبہ میں یوم طائف ایک Turning Point ہے ایک اعتبار سے شدید ترین دن ہے ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ سے سوال کیا کہ کیا آپؐ پر یوم اُحد سے زیادہ سخت دن بھی کوئی گزرا ہے ! تو آپؐ نے فرمایا ۔ ہاں طائف کا دن مجھ پر اس سے کہیں زیادہ سخت تھا ۔۔ لیکن جیسے کہ مولانا مناظر احسن گیلانی نے بہت ہی عمدہ نکتہ ارشاد فرمایا ہے یہ دن TURNING Point ہے حضور کی زندگی میں ۔ آج کے دن تک گویا کہ اللہ نے نبی اکرمؐ کو دشمنوں کے حوالے کیا ہوا تھا کہ جس طرح چاہو انؐ کے صبر کا امتحان لے لو ۔ جس طرح چاہو انؐ کی استقامت کو جانچ لو ہمارے اس نبیؐ کی سیرت و کردار کا لوہا خوب ٹھوک بجا کر دیکھ لو کہ اس میں کہیں کھوٹ تو نہیں تمہیں پوری چھوٹ ہے ۔ لیکن اس دن کے بعد اب نصرتِ خداوندی کا ظہور شروع ہوتا ہے فوری طور پر تو ملک الجبال کی حاضری ہے لیکن اصل ظہور ہوتا ہے مکے واپسی کے بعد ۔ اب ٹھنڈی ہوائیں آنے لگیں ، ایک راستہ خود بخود رحمتِ خداوندی سے کھلتا ہے ۱۱ نبوی ہی کے ماہِ رجب میں نبی اکرمؐ کی ملاقات چھ افراد سے ہوتی ہے ۔ جو مدینے سے آئے ہوئے تھے ۔ اور یہ چھ اشخاص حضورؐ پر ایمان لے آتے ہیں ۔ منیٰ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے جہاں ملاقات ہوئی ۔ اگلے سال پھر یہ لوگ آتے ہیں ۱۲ نبوی میں ۔ اور بارہ افراد حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں یہ بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے ۔ اور پھر وہ درخواست کرتے ہیں کہ حضورؐ ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص بھیجئے جو ہمیں قرآن کی تعلیم دے ۔ اس لئے کہ آپ کی دعوت اور آپ کی تربیت و تزکیے کا مرکز و محور قرآن حکیم ہی تھا ۔ ع قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند !

چنانچہ قرعہ فال نکلا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے نام ۔ حضورؐ انہیں مدینہ منورہ

بھیجتے ہیں - وہ حضرت سعد ابن زرارہؓ کے گھر پر جاکر قیام کرتے ہیں۔ اور شب و روز دعوتِ قرآنی کو پھیلا رہے ہیں مدینہ منورہ میں — ایک سال کی محنت کا حاصل ۱۲ھ نبوی میں ۷۵ افراد کو لاکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں - ۷۲ مرد ہیں اور تین عورتیں - بیعت عقبہ ثانیہ ہوتی ہے - جو تمہید ہے ہجرت کی اُس وقت جو تقاریر ہوئی ہیں - حضرت عباس جو اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، حضورؐ کے چچا رضی اللہ تعالےٰ عنہ، انہوں نے انصارِ مدینہ سے مخاطب ہوکر کہا کہ لوگو! اس بات کو جان لو کہ محمدؐ ہمیں بہت عزیز ہیں - ہمارے لئے انتہائی محترم ہیں - ہماری آنکھوں کا تارا ہیں، اب تک ہم نے ان کی پوری حفاظت کی ہے - چونکہ بنی ہاشم نے نبی اکرمؐ کی حمایت جاری رکھی تھی - اب اگر تم اُنہیں اپنے ہاں لے لیکر جانا چاہتے ہو تو جان لو کہ تمہیں ان کی حفاظت کرنی ہوگی - اپنے اہل و عیال سے بڑھ کر اور اگر اس کی ہمت نہیں پاتے تو ابھی جواب دے دو - لیکن انصارِ مدینہ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنا تن من دھن نچھاور کرنے کے لئے آمادہ ہیں - اگر حضورؐ ہمارے ساتھ مدینے تشریف لے جائیں تو ہم ان کی اُسی طرح حفاظت کریں گے - جیسے کہ اپنے اہل و عیال کی کرتے ہیں - اس وقت وہی حضرت سعد ابن زرارہ کھڑے ہوتے ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور وہ بھی انصارِ مدینہ کو متنبہ کرتے ہیں کہ لوگو! اچھی طرح سمجھ لو ایک بہت بڑی ذمہ داری قبول کر رہے ہو - محمدؐ کو دعوت دینا اور ساتھ لے کر جانا سرخ و سیاہ آندھیوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے - معلوم ہوا کہ جو کچھ ہوا وہ اندھیرے میں نہیں ہوا پوری طرح سمجھ کر ہوا - پوری حقیقت کو جاننے کے ساتھ ہوا - جو ذمہ داری انصارِ مدینہ نے سنبھالی اور اُٹھائی انکو پورے طور پر سمجھ کر اُس کے نتائج و عواقب پر نگاہ رکھ کر اُٹھائی - بہر حال یہ ۱۲ھ نبوی میں جو بیعت عقبہ ثانیہ ہوئی یہ تمہید بن گئی ہجرت کی - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو عام اجازت دے دی کہ مدینے کی طرف ہجرت کر جائیں - بہت سے لوگ جا چکے تھے - لیکن یہ قاعدہ ہے کہ رسول اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا وہ

اپنے مستقر کو نہیں چھوڑ سکتا - جب تک کہ اللہ کی طرف سے واضح اجازت نہ آ جائے ــ بالآخر وہ وقت آیا کہ اجازت آگئی اور نبی اکرمؐ اپنے اُسی انتہائی گہرے دوست جو یارِ غار اور رفیق راہ ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ اُن کی معیت میں مکے ہجرت فرما کر مدینے کی طرف روانہ ہو رہے ہیں - زبان مبارک پر وہ دعا ہے۔ جو سورہ بنی اسرائیل میں گویا کہ اسی ہجرت کی تمہید کے طور پر آپ کو تلقین فرما دی گئی تھی ــ

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل)

"پروردگار مجھے جہاں داخل فرما رہا ہے وہ صدق و صداقت اور راستی کا داخلہ ہو اور جہاں سے تو مجھے نکال رہا ہے وہاں سے میرا یہ نکلنا بھی راست بازی اور صدق پر مبنی ہو۔ اور اے رب مجھے آپنے خاص خزانۂ فضل سے وُہ غلبہ وہ قوت و اقتدار عطا فرما جو اس مشن میں میرا ممد و معاون ہو جو تُو نے میرے حوالے کیا ہے"

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور آنحضورؐ تین روز تک غارِ ثور میں چھپے رہتے ہیں اس وقت وہ مرحلہ بھی آیا ہے کہ کھوجی بالکل اُس کے دھانے تک پہنچ گئے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے لئے نہیں نبی اکرمؐ کی طرف سے اندیشہ ناک ہو کر گھبراتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ حضور اگر ان میں سے کسی نے غیر ارادی طور پر اپنے قدموں کی طرف بھی نگاہ ڈال لی تو ہم دیکھ لئے جائیں گے - ہم پکڑے جائیں گے لیکن وُہ کوہِ صبر، وُہ کوہ صبر و ثبات و استقامت جس کو اللہ کی ذات پر یقین کامل حاصل تھا - معیت خداوندی جس کی قوت کا اصل راز تھی وُہ فرماتا ہے :-

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا -

"گھبراؤ نہیں، کسی رنج و غم کا کوئی موقع نہیں ہے - اللہ ہمارے ساتھ ہے"

وُہ ہمارا رفیق ہمارا مددگار ہے - بہر حال یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ ہجرتِ مدینہ کے نتیجے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی جدوجہد ایک بالکل نئے

دور میں داخل ہوگئی - اگر جدید انقلابی اصطلاحات کو استعمال کیا جائے تو Passive Resistence کا دور ختم ہوا اب ایک Active Resistence کا دور شروع ہو رہا ہے - اب تک حکم تھا کہ ہاتھ بندھے رکھو - ماریں کھاؤ - لیکن جھیلو ، صبر کرو اور برداشت کرو - Retaliate کرنے کی اجازت نہیں ہے - ان کو حکم دیا گیا تھا - کُفُّوا اَیْدِیَکُمْ اپنے ہاتھ بندھے رکھو - تمہیں دھکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا جائے - لیکن پھر بھی تمہیں اجازت نہیں کہ مدافعت میں بھی اپنا ہاتھ اُٹھا سکو - تمہیں ہلاک کر دیا جائے شہید کر دیا جائے تمہیں اجازت نہیں کہ اپنی مدافعت میں ہاتھ اُٹھا سکو - لیکن اب وہ ہاتھ کھول دیئے گئے -

سُورۂ حج کی یہ آیۂ مبارک اس مرحلہ پر نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے -

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ

"اجازت دے دی گئی اُن کو جن پر جنگ ٹھونس دی گئی ہے جن پر ظلم وستم کے پہاڑ اٹھائے گئے ہیں - اُن کے لئے آج سے اجازت ہے کہ وہ بھی اب جواب دیں - اینٹ کا جواب پتھر سے دیں - اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کا وعدہ ہے - اور یقیناً اللہ اُنکی مدد پر قادر ہے"

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ

"ان کا جُرم اس کے سوا کچھ نہیں کہ اُنہوں نے خدائے واحد پر ایمان لانے کا اعلان کیا - آج اُن کو اجازت دی جا رہی ہے کہ وہ بھی نہ صرف مدافعت میں ہاتھ اُٹھائیں بلکہ کفر کے استیصال کے لئے اقدام کریں -

بَارَكَ اللّٰهُ لِیْ وَلَكُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ ؕ

فَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ

اکلِ حلال

از قلم :- صلاح الدین ایوبی، ایم، اے

ہم نے جس قدر غور کیا بار بار یہی بات سامنے آئی کہ آج اُمّتِ مسلمہ کے زوال وانحطاط کا باعث ایمان کی کمزوری ہے اور اس بارہ میں یہی ایک بنیادی حقیقت بار بار سامنے آئی کہ ایمان اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک رزقِ حلال میسر نہ ہو۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو تعلق عبادات کا اسلام سے ہے وہی تعلق رزقِ حلال کا ایمان سے ہے۔

کسی بھی ایسے فرد کے لئے جو خدا کا نام لیوا ہو زندگی گزارنے کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو وہ ایمان کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ چکا ہو اور اسلام اس کی زندگی میں جاری وساری ہو بصورتِ دیگر گمراہی کی تین صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کہ وہ کھلم کھلا حرام کو اپنا چکا ہو اور حلال وطیب کے حصول کی سعی اس کی زندگی کے منشور میں شامل ہی نہ رہی ہو۔ ایسا شخص صریح گمراہی میں مبتلا ہے۔ اب خواہ وہ سود، رشوت، ذخیرہ اندوزی، اقربا پروری، اختیارات کا ناجائز تصرف اور صلاحیتوں کا غلط استعمال کر رہا ہو یا کسی بھی دیگر امر میں حلال وحرام کی تمیز کھو بیٹھا ہو یقیناً اس کا ایمان سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ایک شخص بالکراہ (بزعمِ خود) حرام کو اپنا رہا ہو اور ہر بار غلطی کا ارتکاب کر کے خدا کے حضور اس کا اعتراف بھی کر لیتا ہو۔ یقیناً ایسا شخص نفاق میں مبتلا ہے۔ تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ایک شخص دیدہ دانستہ تو ایسی کوئی غلطی نہ کرتا ہو لیکن کسی ایسی سوسائٹی کا جزو لاینفک بن چکا ہو یا کسی ایسے ادارہ سے وابستہ ہو جس میں حرام وحلال کی تمیز روا نہ رکھی جاتی ہو تو ایسے شخص کو بھی یقیناً ایمان کا کوئی اعلیٰ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اسے کبھی بھی طمانیتِ قلب

نصیب نہیں ہو سکتی -

ایمان کا تعلق براہِ راست قلب سے ہے تصدیقٌ بالقلب کا یہی مفہوم ہے اور طمانیتِ قلب ایک ایسی لطیف اور پاکیزہ قدر ہے جس کی راہ میں ذراسی کثافت بھی پہاڑ بن کر سامنے آتی ہے - چنانچہ کوئی شخص نفسِ مطمئنہ کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ اپنی عملی زندگی سے تمام کثافتیں دور نہیں کر لیتا ایک مسلمان کو اپنی پوری زندگی درجِ ذیل اشارات کی روشنی میں منظم کرنی پڑتی ہے : الف) اعمالِ صالحہ کے اختیار کے لئے قرآن پاک سے سبق حاصل کرنا - قرآن جو سر تا سر پاک اور طیب ہے ہر ایک کثافت کو منکر قرار دیتا ہے اور ہر پاکیزہ امر کو معروف - ب) حسنِ خلق کا اعلیٰ ترین نمونہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنا اور اپنی پوری زندگی میں اس منبعِ نور و حکمت سے فیض یاب ہونے اور اسی کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے رہنا - ج) اپنے مطمحِ نظر (یعنی اعمالِ صالحہ اور حسنِ خلق) کو حاصل کرنے کے لئے اُسی مروجہ اصول پر چلنا جو ہر ایک مطلوب کے حصول کے لئے درجۂ سند رکھتا ہے یعنی اپنی زندگی سے تمام علاماتِ نفاق کو کلیتہً دُور کرنا - نیکی اور خیر سے اس قدر رغبت ہو جائے کہ ہر معروف کے اختیار کرنے پر طبیعت ہشاش بشاش ہو جائے اور ہر منکر کو دیکھ کر طبیعت منقبض ہو جائے - اگر کوئی شخص ان مراحل سے گزر آئے تو لامحالہ اسے کسی ایسے نظام کا پرزہ بننے میں کوئی رغبت نظر نہ آئے گی، جس میں حلال و حرام کی تمیز روا نہ رکھی جاتی ہو -

ہمیں نسل در نسل ایسے ذریعہ ہائے معاش سے سروکار رہا ہے جن میں پاکیزگی کا عنصر کالمعدوم ہے - یہی وجہ ہے کہ آج ہم حلال و حرام کی تمیز تک کھو بیٹھے ہیں لقمۂ حرام ہمارے گوشت پوست اور ہمارے خون کا حصہ بن چکا ہے بلکہ یہ کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں کہ ہماری پوری نسل کی پرورش لقمۂ حرام سے ہوئی ہے - یقیناً یہ ایک بڑا دعویٰ ہے - لیکن اس کی سچائی کا ثبوت حاصل کرنے کے لئے ہمیں زیادہ باریک بینی کی ضرورت نہیں - ایک طرف تو ہمیں رشوت، سود، ذخیرہ اندوزی اور لوٹ کی لعنتیں زندگی کے تمام شعبوں پر مسلط نظر آتی ہیں - دوسری طرف پیشہ ورانہ بد دیانتی، اقربا پروری، معاملات میں کھوٹ، وعدہ خلافی اور جھوٹ ہماری سوسائٹی

کا خمیر بن چکے ہیں ۔ تیسری جانب دیکھیں تو بد زبانی، بدگوئی، غیبت اور بہتان ہماری ہر نیکی کو ڈبوتے چلے جا رہے ہیں ۔ چوتھی طرف نظر دوڑائیں تو یتامیٰ اور مساکین کا مال ہے ناجائز طور پر ہتھیائی ہوئی رقوم ہیں ۔ ہیرا پھیری سے غصب کی ہوئی جائدادیں ہیں ۔ ناجائز تجاوزات اور چور بازاری ہے ۔ پانچویں جانب دیکھیں تو کام چوری اور سست روی ہے ۔ بناؤ کی جانب نظر نہیں بلکہ بگاڑ کی صورتیں سوچی جا رہی ہیں ۔ غرض زندگی کا وہ کون سا شعبہ ہے جو منکرات سے لبریز نہیں جس میں ہر ایک طبیعت کو حرام کا لباس نہیں پہنا دیا جاتا، ہر ایک معروف کو منکر کی شکل نہیں دے لی جاتی ۔ آج صورتِ حال یہ ہو گئی ہے کہ معروف ہمارے لئے ایک کڑوی گولی بن کر رہ گیا ہے جسے منکر کی شکر میں لپیٹے بغیر ہمارے لئے حلق سے اتارنا ممکن نہیں رہا ۔

کیا ان تمام امور کے ہوتے ہوئے بھی ہمارا یہ استعجاب برحق ہے کہ آج مسلمان قعرِ مذلت میں کیوں گر گیا ہے ؟ غور فرمایئے ۔ جب ہم نے بحیثیت معاشرہ بحیثیت خاندان حتیٰ کہ بحیثیت فرد اپنی زندگیوں سے معروف کو خارج کر دیا ہو، جب ہمیں حلال وحرام کی تمیز تک نہ رہ گئی ہو ۔ تو پھر ہمیں اپنی اسلام سے دُوری پر تعجب کیوں ہو، ہمیں خدا سے یہ شکایت کیوں ہو کہ ہمیں ایک عالم کے سامنے ذلیل و رسوا ہونا پڑ رہا ہے ۔ یاد رکھنے کی بات دراصل یہ ہے کہ نفاق کفر و ایمان کے درمیان کی کوئی راہ نہیں بلکہ درحقیقت یہ کفر سے بھی گھناؤنی رذالت ہے ۔ کافر کے لئے خدا نے اپنی رسّی بہت دراز کر رکھی ہے، لیکن منافق کو اپنی بدعملی کی سزا قدم قدم پر بھگتنی پڑتی ہے ۔ کفر بعض اوقات بلند کرداری اور بلند ہمتی کی علامت بن کر بھی سامنے آ سکتا ہے لیکن نفاق — یہ تو ہے ہی بے عملی، بدکرداری، دو رنگی جھوٹ اور بزدلی کا دوسرا نام ! خیال فرمایئے کہ جب ایک قوم نے بحیثیت مجموعی نفاق کو اپنا رکھا ہو تو اس کے کردار کے کیسے بھیانک رُخ دُنیا کے سامنے نہ آئیں گے ۔ کیا کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی اس حقیقت سے صرفِ نظر کر سکتا ہے کہ وہی ایک طبقہ ہمیشہ سے اُمّتِ مسلمہ کی ذلّت و نکبت اور سیاسی تباہیوں کا باعث رہا ہے اور آج بھی ہے جسے عرفِ عالم میں غدّار کہتے ہیں اور جو درحقیقت منافقین کا شیطانی ٹولہ ہے ۔

آج ہم بحیثیت قوم زکواۃ کے منکر اور سود کے پجاری ہیں - ہم اپنے ہر جائز وناجائز کام کے لئے رشوت استعمال کر لیتے ہیں اور اسے اپنے نماز ورزہ و حج سے ذرا سا بھی متصادم تصوّر نہیں کرتے - اب تو یہی ہمارا ضمیر بن چکا ہے - کیونکہ اسی سے ہمارا خمیر اٹھا ہے - ہم یہ دیکھتے ہیں اور ہمیں اس کے بیان میں کسی لومتہ لائم کا کوئی ڈر نہیں کہ نفاق اور دو عملی نے جیسا کچھ ایک عام آدمی کو متاثر کیا ہے، ہمارا صوفی و ملاّ بھی اس کا ویسا ہی شکار ہے - امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کڑی کمان کا تیر بننا تو کجا انہیں اپنی ذاتی زندگیوں کو بھی حلال و حرام کی متمیّز اور تعین راہ سے نکال لے جانے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی - ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ حیلے بہانے سے ایسی ایسی رعایتیں ان خود ساختہ فقیہوں نے عامتہ النّاس کو دے رکھی ہیں کہ معروف و منکر کے درمیان سے تمام حجاب اٹھ گئے ہیں - یاد رکھیئے کہ اسلام ہمیں ہر دیگر رعایت دینے کو تیار ہے اور ہر دیگر مصلحت کی اجازت دے سکتا ہے لیکن اصولوں کی بنیاد پر کوئی سودے بازی نہیں ہو سکتی - خاص طور سے جو امور نصِ صریح کا درجہ رکھتے ہوں - اُن میں رعایت کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - ہم نے یہ دیکھا ہے کہ ایسے مصلحت آمیز فتوؤں نے ان لوگوں کو بھی جو ایمان کا دامن تھامے ہوتے تھے اور اپنی عملی زندگی میں منکر کو جگہ دینے میں تذبذب کا شکار تھے - وہ بھی بحالتِ مجبوری سود یا رشوت یا دیگر کسی لعنت کا شکار ہو گئے اور جب ایک بار انسان استقامت کی راہ سے ہٹ جائے تو اُسے کوئی سہارا نہیں مل سکتا، اُسے نفاق کی دلدل میں تابہ کمر دھنس جانے سے کوئی شئے نہیں روک سکتی سوائے رجعت الی اللہ کے جس شخص کا دل پاک اور نیت صاف ہو اسے تو ہدایت مل سکتی ہے لیکن ایک ایسا شخص جس کے قلب پر کدورتوں اور غلاظتوں کے انبار لگے ہوئے ہوں، جسے صفائی اور پاکیزگی سے دور کا بھی علاقہ نہ رہا ہو، جو حرام کو اپنے لئے حلال سمجھ بیٹھا ہو، جس کا اوڑھنا بچھونا اور جس کا کھانا پینا منکرات و فواحش پر مبنی ہو- بھلا اس کے دل میں لطیف اور پاکیزہ جذبات کیسے گھر کر سکتے ہیں - اس کے دل میں تو اس مال کی محبت ہی جاگزین ہو گی جو اس نفاق میں مبتلا ہونے کا صلہ بن کر اُسے حاصل ہو رہا ہو گا - ایمان تو ایک نور ہے اور یہ نور کسی ایسے گھر کو ہی منوّر

کرسکتا ہے جو پاکیزہ ہو۔ نورِ ایمان تو ہے ہی هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ! جہاں گھور اندھیرے ہوں، ظلماتٌ بعضها فوق بعضٍ کا منظر ہو۔ وہاں ایمان کی روشنی اگر آتی بھی ہے تو صرف اس صورت میں کہ انسان اپنی موجودہ زندگی کی تمام غلاظتوں اور کثافتوں کو منکرات اور فواحش سمجھے۔ ان سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے عملی جدّوجہد کرے۔ نہ تو اس بارہ میں کسی کو دھوکا دے نہ اپنے آپ کو دھوکے میں رکھے۔ اور اپنی زندگی کو بدلنے کے لئے ایسا انقلابی قدم اٹھائے جو اُسے نفاق کی وادیوں سے نکال کر عزیمت کی منزلوں تک پہنچادے۔

سب سے بڑی صفتِ حسنہ جس کا احیاء آج کے دَور میں مطلوب ہے اور سب سے بڑی عزیمت جو آج کسی بھی مسلمان کو ایمان کے اعلیٰ ترین مدارج تک لے جاسکتی ہے جو اُسے احسان کی لطیف و منوّر فضاؤں میں اڑا سکتی ہے۔ فقط رزقِ حلال کا حصول ہے۔ اپنی زندگیوں سے نفاق کو نکال باہر پھینکیں اور رزقِ حلال کی طلب جستجو کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیں۔ اگر ہم بحیثیت ایک فرد ایک خاندان، ایک معاشرہ اور ایک قوم اسی ایک منزل تک پہنچنے کی سعی کریں تبھی ہم صحیح مسلمان اور سچے مومن بن سکتے ہیں۔ وگرنہ جس خمیر سے یہ خاک اٹھی ہے وہ خمیر ہماری رگوں میں جاری وساری رہا تو ہماری نسل در نسل کو اسفل السافلین بناتا چلا جائے گا۔

ضرور مطالعہ فرمائیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ بعثت

اور انقلابِ نبوی کا اساسی منہاج

تالیف: ڈاکٹر اسرار احمد

صفحات: ۶۴ ۔ سفید کاغذ ۔ عمدہ طباعت ۔ قیمت فی نسخہ: ۵/- روپے

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

(صحیح بخاری)

قرآن کیا چاہتا ہے؟

یہ کہ

- اس پر ایمان لایا جائے
- اسے پڑھا جائے
- اسے سمجھا جائے
- اس پر عمل کیا جائے

اور

- اسے دوسروں تک پہنچایا جائے

منجانب

Rizwan Textile Industries

MANUFACTURERS, IMPORTERS & EXPORTERS
RAILWAY ROAD, KASUR - PAKISTAN

Phones:
Office : 484
Mills : 490, 936
Lahore : 853395, 853542
Office : 852773, 852953
Factory : 801489

CABLE : RIZWANTENT
Bankers : HABIB BANK LTD.

پشاور میں ڈاکٹر اسرار احمد

کی دعوتِ قرآنی اور تنظیم اسلامی کا پہلا عمومی تعارف

(ڈاکٹر صاحب کے دورۂ پشاور : ۲۶ تا ۲۷ دسمبر ۸۱ء کی مختصر روداد)

از قلم :- قاضی عبدالقادر

قیم تنظیمِ اسلامی اور ناظم اعلےٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

سُنہری مسجد صدر کی مجلس انتظامیہ کی جانب سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو ۲۶ و ۲۷ دسمبر کو درسِ قرآن حکیم کی دعوت دی گئی تھی - اس سلسلہ میں انتظامات میں دوسرے حضرات کے علاوہ ہمارے دوست محمد زبیر صاحب اور مسجد کمیٹی کے کنونیر حبیب الرحمٰن صاحب پیش پیش تھے ان حضرات نے پبلسٹی کا معقول انتظام کیا تھا - شہر کی دیواروں پر پوسٹر چسپاں تھے سینکڑوں کی تعداد میں مختلف حضرات کو دعوت نامے جاری کئے گئے تھے - مقامی اخبارات میں نہ صرف کئی بار اطلاعات چھپیں بلکہ پشاور کے سب سے بڑے اخبار "مشرق" کے پہلے صفحہ پر دو روز تک اشتہارات بھی شائع ہوئے اس میں مختلف حضرات نے تعاون فرمایا - پشاور ریڈیو سے بھی اعلان نشر ہوا -

۲۶ دسمبر کی صبح راقم الحروف مع تین رفقاء کے بذریعہ کار پشاور پہنچا - ڈاکٹر صاحب کو بذریعہ ہوائی جہاز آنا تھا - اُن کی فلائٹ لاہور سے پشاور براہ راست نہیں تھی - موصوف پہلے لاہور سے راولپنڈی پہنچے لیکن اس فلائٹ کے تاخیر ہو جانے کی وجہ سے پنڈی سے پشاور کی فلائٹ نہ مل سکی چنانچہ موصوف پنڈی سے بذریعہ ویگن پشاور روانہ ہوئے - پشاور کے چند احباب نے اٹک کے پل پہنچ کر انہیں ویگن سے اُتار کر کار میں سوار کر لیا اور پشاور لے کر آئے -

ہمارے قیام کا انتظام ارباب روڈ صدر پر دہاب ڈپارٹمنٹل اسٹور کے محمد افضل صاحب کے ہاں تھا۔ اُن کی رہائش اسٹور کی اُوپر کی دو منزلوں میں سے ایک منزل انہوں نے ہمارے لئے خالی کر دی تھی۔

سنہری مسجد کا ہال اور دالان ویسے ہی خاصے وسیع ہیں لیکن اس کے صحن میں بھی شامیانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ مسجد رنگ برنگے قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ مسجد کے گیٹ پر ہمارے رفقاء نے انجمن کے مکتبہ اور نشر القرآن کے کیسٹوں کا اسٹال لگایا ہوا تھا۔

عشاء کی نماز کے فوراً بعد ڈاکٹر صاحب نے سورۃ حج کے آخری رکوع کا درس شروع کیا۔ مسجد کا ہال دالان اور صحن لوگوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ تل دھرنے تک کو جگہ نہ تھی۔ سورۃ حج کے آخری رکوع کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں سینکڑوں کی تعداد میں تقسیم کر دی گئی تھیں تاکہ حاضرین کے سامنے متن رہے۔ حاضری کا محتاط اندازہ تقریباً چار ہزار ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا پشاور کی سرزمین پر یہ پہلا درس تھا اس لحاظ سے یہ حاضری رفقاء کے لئے بہت حوصلہ افزا رہی۔ حاضرین میں سوسائٹی کے ہر طبقہ کے افراد تھے۔ صوبۂ سرحد کے وزیر اطلاعات سید ظفر علی شاہ صاحب اور وفاقی شرعی عدالت کے جناب جسٹس کریم اللہ دُرّانی صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔

ظہرانہ حاجی منیر صاحب کے ہاں تھا جن کی صدر میں اسپورٹس کے سامان کی دوکان ہے اور عشائیہ پر میاں احسان الٰہی صاحب نے مدعو کیا تھا۔ موصوف کی یہاں پر لاہور ہارڈویر کے نام سے دوکان ہے۔

۲۷ دسمبر کو نماز فجر کے فوراً بعد پشاور یونیورسٹی جا کر ڈاکٹر صاحب نے مولانا محمد اشرف صاحب سے ملاقات کی۔ موصوف ایک ممتاز عالم دین اور پشاور یونیورسٹی میں شعبۂ عربی کے سربراہ ہیں۔ مولانا بہت محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ دیر تک ڈاکٹر صاحب سے گفتگو رہی ہم بغیر اطلاع گئے۔ پھر بھی موصوف نے ہمیں باصرار ناشتہ کرایا۔

آج پشاور اور بیرون پشاور کے بہت سے حضرات ملاقاتوں کے لئے آتے رہے جن میں دیگر حضرات کے علاوہ روزنامۂ مشرق پشاور کے مسعود انور شفقی صاحب اور نصیر احمد صدیقی صاحب، انجینرنگ یونیورسٹی پشاور کے پرنسپل جان عالم صدیقی صاحب، مجلس شوریٰ کے نامزد رکن ڈاکٹر محمد یونس صاحب شہر کے ممتاز طبیب اور ڈاکٹر صاحب کے زمانۂ طالب علمی کے ساتھی ڈاکٹر محی الدین صاحب اور ڈاکٹر انور صاحب شامل تھے۔ بیرون شہر سے آنے والوں میں مردان کے صدر انجمن زمینداراں عنایت اللہ صاحب، جمرود کے گورنمنٹ ہائی اسکول کے استاد مظاہری صاحب کوہاٹ کے ڈاکٹر صاحبزادہ صادق نور صاحب اور کرنل ریٹائرڈ سلطان احمد شاہ صاحب شامل تھے۔ چارسدہ وغیرہ سے بھی کچھ حضرات تشریف لائے ہوئے تھے۔

جالندھر سویٹ ہاؤس صدر کے عبداللطیف صاحب کے ہاں ظہرانہ اور صدر کی مشہور دکان MOLACCO کے حاجی بشیر احمد صاحب کے ہاں عشائیہ کا اہتمام تھا۔ عشائیہ میں شہر کے ممتاز حضرات شامل تھے۔ جن میں ایر وائس مارشل محمد اسلم صاحب، سنیئر سپرنٹنڈنٹ پولیس کمال شاہ صاحب، ریٹائرڈ جنرل نیازی (مشرقی پاکستان والے نہیں) مجلس شوریٰ کے نامزد رکن سعد علی شاہ اور دیگر حضرات شامل تھے۔

عشاء کے بعد سنہری مسجد میں ڈاکٹر صاحب کا درس قرآن حکیم ہوا، آج بھی سورۃ حج کے آخری رکوع کا مطالعہ تھا۔ آج کل سے زیادہ ہی حاضری تھی۔ مسجد اپنی وسعت کے باوجود تنگ دامانی کا منظر پیش کر رہی تھی۔

مکتبہ اور کیسٹوں کی فروخت بھی الحمد للہ توقع سے کہیں زیادہ رہی۔ آج مسجد میں ڈاکٹر صاحب نے اعلان فرما دیا تھا کہ درس قرآن حکیم سے دین کے جو مطالبات سامنے آتے ہیں جو حضرات انہیں ادا کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب سے عملی تعاون کرنا چاہتے ہوں وہ دوسرے دن صبح ساڑھے نو بجے قیام گاہ پر تشریف لے آئیں۔

۲۸ دسمبر کو صبح ڈاکٹر صاحب ناشتہ پر اپنے زمانہ طالب علمی کے ساتھی

اور شہر کے ممتاز سرجن ڈاکٹر محی الدین صاحب کے ہاں تشریف لے گئے ۔ ساڑھے آٹھ بجے قبائلی علاقہ کی ترقی کے ادارہ FATA تشریف لے گئے اور وہاں پر سُورۃ العصر کا درس دیا ۔ ادارہ کے چیرمین عثمان شاہ صاحب نے خیر مقدم کیا ۔ ادارہ کے ایک ڈائرکیٹر مصباح اللہ خان صاحب ڈاکٹر صاحب کو لینے اور چھوڑنے آئے ۔ درس میں دفتر کے کارکنوں کے علاوہ کچھ قبائلی سرداروں نے بھی شرکت کی ۔

رات کے مسجد میں اعلان کے مطابق صبح ساڑھے نو بجے قیام گاہ پر تقریباً ڈھائی سو افراد تشریف لے آئے ۔ ڈاکٹر صاحب نے اُن کے سامنے دین کے تقاضوں کو مزید شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا اور عملی تعاون کی راہیں بتائیں مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور، اور تنظیم اسلامی کے مقاصد اور طریق کار بیان فرمائے ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے بعد سوال و جواب ہوئے ۔ تقریباً ڈھائی گھنٹہ تک یہ نشست جاری رہی ۔ جس کے آخر میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اب جو حضرات تنظیم اسلامی میں شمولیت کے خواہشمند ہوں وہ ابھی مزید سوچ لیں اور بعد نمازِ عصر تشریف لے آئیں ۔ ظہرانہ کا اہتمام ہمارے میزبان محمد افضل صاحب نے کیا تھا جن میں بہت سے دوسرے احباب بھی مدعو تھے ۔ افضل صاحب اور ان کے بھائیوں نے یوں بھی ہماری مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ۔ عصر کی نماز کے بعد کچھ حضرات تشریف لائے ۔ تنظیم اور انجمن کے بارے میں مزید سوالات کئے گئے جن کے ڈاکٹر صاحب نے جوابات دیئے ۔ جس کے بعد نو حضرات ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر سمع و طاعت اور ہجرت و جہاد کی بیعت کر کے تنظیم اسلامی میں شامل ہو گئے اور اس طرح الحمدللہ پشاور میں تنظیم اسلامی کی داغ بیل پڑ گئی ۔

مغرب کے بعد ڈاکٹر صاحب نے تنظیم کے رفقاء کو کچھ ہدایات دیں ۔ اور محمد زبیر صاحب کو ناظم مقرر فرمایا ۔

رات کو آٹھ بجے کی فلائٹ سے ڈاکٹر صاحب پشاور سے براہ راست لاہور روانہ ہو گئے اور راقم الحروف مع تین ساتھیوں کے بذریعہ کار ساڑھے سات بجے رات کو چل کر صبح چار بجے لاہور پہنچا ۔

(بقیہ عرضِ احوال)

'الہُدیٰ' کے ضمن میں ایک اور بات کو بھی اخبارات اور ان کے مراسلہ نگار حضرات و خواتین نے چٹ پٹی بحث کا موضوع بنا لیا - مسئلہ صرف اسقدر تھا کہ ایک مجلس میں راقم نے تذکرہ کر دیا تھا کہ جب 'الہُدیٰ' کے ضمن میں ابتدائی گفتگو ہو رہی تھی تو اُس کے سامعین میں خواتین و طالبات کی شمولیت کا مسئلہ بھی آیا تھا - جس پر میں نے عرض کیا تھا کہ یا تو وہ پس پردہ بیٹھیں کہ ان کی صرف آواز سنائی دے ، صورت نظر نہ آئے ، یا برقعے میں ملبوس ہو کر بیٹھیں - لاہور ٹی وی سنٹر کے ذمّہ دار حضرات نے کسی قدر پس و پیش کے بعد فرمایا کہ اس سے تو بہتر ہے کہ وہ شریک ہی نہ ہوں - جسے راقم نے من و عن تسلیم کر لیا - اسے اوّل تو شائع اس طرح کیا گیا جیسے یہ کوئی مقابلہ تھا جو کسی کی فتح اور کسی کی شکست پر ختم ہوا - اور پھر اس پر تائیدی اور تنقیدی خطوط کا سلسلہ چل نکلا - اور نوبت بایں جا رسید کہ ایک خاتون نے یہاں تک لکھ مارا کہ "پھر ڈاکٹر صاحب اس مجلسِ شوریٰ میں کیوں شریک ہوئے ہیں جس میں خواتین بھی شامل ہیں !" ——

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے!!!
خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیئے !!

مِیثاق

کے کرم فرماؤں اور قارئین سے گذارش

● میثاق کی ایجنسی لے کر اس کی توسیعِ اشاعت میں تعاون فرمائیں' تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲

میثاق کی ایجنسی

حاصل کر کے اس کی توسیعِ اشاعت میں ہاتھ بٹایئے

مُیثاق' عام معنوں میں صرف ایک رسالہ نہیں بلکہ دعوتِ رجوع الی القرآن کی تحریک ہے جس کے ساتھ تعاون کی آسان ترین صورت یہ ہے کہ آپ میثاق' کی ایجنسی قبول فرمائیں۔

'ایجنسی' اپنے عام مفہوم کے اعتبار سے کاروباری لوگوں کی دلچسپی کی چیز سمجھی جانے لگی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ایجنسی کا طریقہ دورِ جدید کا ایک مفید عطیہ ہے جس کو کسی فکر کی اشاعت کیلئے کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

تجربہ یہ ہے کہ بیک وقت سال بھر کا زرِ تعاون روانہ کرنا لوگوں کے لئے مشکل ہوتا ہے مگر پرچہ سامنے موجود ہو تو ہر مہینہ ایک پرچہ کی قیمت دیکر وہ بآسانی اس کو خرید لیتے ہیں۔ ایجنسی کا طریقہ اسی امکان کو استعمال کرنے کی ایک کامیاب تدبیر ہے۔ "میثاق" کی تعمیری اور اصلاحی آواز کو پھیلانے کی بہترین صورت یہ ہے کہ جگہ جگہ اس کی ایجنسی قائم کی جائے۔

ٹیلی ویژن کے پروگرام "الھُدیٰ" کے ذریعے

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب قرآنِ حکیم کی دعوت کو جس وسیع پیمانہ پر پھیلا رہے ہیں۔ اس کے ہمہ گیر اثرات پاکستان کے شہروں ہی میں نہیں قصبات اور دیہات تک پہنچ رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ "میثاق" کے ذریعہ اس دعوت کو مزید عام کیا جائے اور عوام الناس کو بندگیٔ ربّ، شہادت علی الناس اور اقامتِ دین کے فرائض یاد دلا کر انہیں اجتماعی طور پر ادا کرنیکی تحریک برپا کی جائے۔ اس سلسلے میں ہم اپنے تمام ہمدردوں اور کرم فرماؤں سے گذارش کریں گے کہ اپنے شہروں میں "میثاق" کی ایجنسی کا اہتمام فرمائیں بلکہ مزید تعاون یہ ہوگا کہ ہمارا ہر ہمدرد اور رفیق اس کی ایجنسی لیکر اس کارِ خیر میں معاون بن جائے۔

ایجنسی کی شرائط

- ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں پر دی جاتی ہے۔
- کمیشن ۳۳ فی صد دیا جاتا ہے۔
- پیکنگ اور ڈاک کے اخراجات ادارہ کے ذمّہ ہوتے ہیں۔
- مطلوبہ پرچے کمیشن وضع کر کے بذریعہ وی۔پی۔ روانہ کئے جاتے ہیں۔
- خریدے ہوئے پرچے واپس نہیں لئے جاتے۔

مینجر 'میثاق'

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسیدِ کُتب

گذشتہ چند ماہ کے دوران ہمیں 'میثاق' میں تبصرے کے لئے بہت سی کتابیں موصول ہوئیں ۔ لیکن چونکہ ہمارے ہاں تبصرے کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے اس لئے سرِدست ہم ان کُتب پر تبصرہ شائع کرنے کی بجائے ان کتب کی رسید دینے پر اکتفا کر رہے ہیں ۔ ——— (ادارہ)

★——————★

۱ ۔ 'تذکرہ ائمہ اربعہ'
مؤلف :۔ اسلام الحق اسعدی منظاھری
ناشر :۔ مکتبہ اسحاقیہ، جونا مارکیٹ ۔ کراچی ۲
ضخامت :۔ ۳۰۰ صفحات
قیمت :۔ مذکور نہیں

۲ ۔ 'اِقْرَأْ' (الجزءُ الاوّل) ۔
مؤلف :۔ محمد بشیر
ناشر :۔ دارالعلوم، ۶۲۳ ۔ آب پارہ مارکیٹ، اسلام آباد
سفید عمدہ کاغذ، آفسٹ طباعت، باتصویر ۔
قیمت :۔ $8\frac{1}{2}$ روپے

۳ - 'دعوۃ القرآن'
(تفسیر سورۃ آل عمران و سورۃ نساء)
مؤلف :- شمس پیرزادہ
ناشر :- ادارہ دعوت القرآن، ۵۹ محمد علی روڈ بمبئی نمبر ۳-۴۰۰۰
ہدیہ :- ۶/ روپے
سفید اعلیٰ کاغذ، عمدہ طباعت، ضخامت ۱۷۴ صفحات

۴ - 'قرآنِ حکیم اور ہماری زندگی'
مؤلف :- ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن
ناشر :- صدیقی ٹرسٹ - کراچی ۵
ضخامت :- ۲۰۸ صفحات
قیمت (مجلد) :- -/۳۰ روپے

۵ - 'فضائل قرآنی بر صحفِ آسمانی'
مؤلف :- حاجی رحیم بخش
ناشر :- الرحیم لمیٹڈ، فرسٹ فلور، اسٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر ۲
ڈاکٹر ضیاء الدین احمد روڈ - کراچی -
عمدہ سفید کاغذ - عمدہ طباعت
ضخامت :- ۲۴۸ صفحات
قیمت :- (صرف) -/۵ روپے

(نوٹ)

اِن کتب کے علاوہ بھی کچھ اور علمی و دینی کتب تبصرے کے لئے ہمیں موصول ہوئی ہیں - اِن کا ذکر اِن شاء اللہ آئندہ اشاعت میں کیا جائے گا -

التاجر الامین الصدوق المسلم مع الشهداء یوم القیامة

(قول رسول ﷺ)

☆

IRAN-LAHORE TRADING CORPORATION

Flat Nos. 14-15, 63-Shadman Commercial Market,
LAHORE — PAKISTAN

Cable Address :
PAYANDEPAK
Tel : 417353
TLX No. 44944 & 44942 CTO LH

☆

Reliable Exporters of :

★ Canvas Cloth (Waterproofed & Grey), Tents & Tarpaulins.

★ Cotton Yarn (Single / Twisted).

★ Hand-knotted Woollen Carpets.

★ Auto Spare Parts.

Regd. L. No. 7360

MONTHLY „MEESAQ„ LAHORE

Vol. 31 February 1982 No. 2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ
شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ۙ
وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝

پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب رکوع ۵ آیت ۴۵، ۴۶

O Prophet ! truly We have sent thee
as a Witness, a Bearer of glad
tidings, and a Warner, and as
one who invites to Allah's (Grace)

by his leave and a lamp spreading light.

Karachi Port Trust The Port of Pakistan

KPT-2-79 RIO(K)PID Ravi-Delmon Ltd.

پرنٹر: مکتبہ جدید پریس ۴ شارع فاطمہ جناح، لاہور